جلد ۳ — اپریل ۱۹۶۲ء — شمارہ ۴

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آلِ عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

سالانہ چندہ: پانچ روپے — قیمت فی پرچہ: آٹھ آنے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تأمرون بالمعروف وتنھون عن المنکر

(آل عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

اپریل سنہ ۱۹۶۲ء

ایڈیٹر
مسعود احمد دہلوی

سالانہ چندہ:- پانچ روپے ☆ فی پرچہ:- پچاس پیسے

فہرست مضامین

طابع و ناشر :- محمد ابراہیم ٭ مطبع :- ضیاء الاسلام پریس ربوہ ٭ مقام اشاعت :- دفتر ماہنامہ "انصار اللہ" دار الصدر جنوبی ربوہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جلد ۳ | ماہنامہ انصار اللہ ربوہ | شمارہ ۴

(۱۵ اپریل ۱۹۶۲ء)

توشۂ آخرت کا یقینی وسیلہ

نظامِ وصیّت اور اس کی اہمیّت

قرآن مجید پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مال کو ایک طرف فضل، رحمت اور خیر قرار دیا ہے اور دوسری طرف اسے فتنہ ٹھہرایا ہے اور فتنہ بھی ایسا کہ جو انسان کو عذاب الیم کا مستحق بنا دیتا ہے جہاں تک مال کو فضل، رحمت اور خیر قرار دینے کا تعلق ہے ایک یا دو نہیں بلکہ بیسیوں آیات اس کی تائید میں ملتی ہیں۔ مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ مال کو فضل قرار دیتے ہوئے فرماتا ہے :۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ فَلَمَّآ اٰتٰهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝

(التوبہ آیات ۷۵-۷۶)

اور ان میں سے کچھ افراد ایسے بھی ہیں جنہوں نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ اگر اللہ ہمیں اپنے فضل سے (مال) دے گا تو ہم ضرور اسے اللہ کی راہ میں خرچ کریں گے اور ضرور نیک بن جائیں گے اور جب اس نے ان کو اپنے فضل سے مال عطا فرمایا تو وہ اس میں بخیلی کرنے لگے اور اپنے پرانے طریق کی طرف لوٹ گئے اور انہوں نے پیٹھ پھیر لی۔

اس آیت میں لفظ فضل کا محل استعمال صاف بتا رہا ہے کہ یہاں فضل سے مراد مال ہے اور اللہ تعالیٰ نے مال کی بجائے یہ لفظ استعمال کر کے اس امر کی طرف اشارہ کیا ہے کہ مال کا میسر آنا بھی خدا تعالیٰ کا ایک فضل ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ مال

کو رحمت قرار دیتے ہوئے فرماتا ہے:۔

قُلْ لَّوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ خَزَآئِنَ رَحْمَةِ رَبِّيْٓ اِذًا لَّاَمْسَكْتُمْ خَشْيَةَ الْاِنْفَاقِ ؕ وَكَانَ الْاِنْسَانُ قَتُوْرًا ۝ (بنی اسرائیل آیت ۱۰۱)	تو انہیں کہہ کہ اگر تم میرے رب کی رحمت کے خزانوں کے مالک ہوتے تو اس خوف سے کہ وہ خرچ نہ ہو جائیں تم انہیں بند ہی رکھتے اور انسان بڑا ہی کنجوس ہے۔

ظاہر ہے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مال و منال اور ان کے خزانوں کو اپنی رحمت قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ انسان ہمارے ہی عطا کردہ مال کو ہماری راہ میں خرچ کرنے سے گھبراتا ہے اور ڈرتا ہے کہ کہیں یہ مال ختم نہ ہو جائے اس کا یہ ڈر اُس کی کنجوسی اور بخیلی کی وجہ سے ہے ورنہ اگر وہ اس مال کو ہماری راہ میں خرچ کرے تو یہ کبھی ختم نہ ہو بلکہ ایسا کرنے سے اس میں اور برکت پڑے گی اور وہ گھٹے گا نہیں بلکہ بڑھے گا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں متعدد مقامات پر مال کو خیر کے لفظ سے یاد کیا ہے جیسا کہ فرمایا:۔

وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ۝ (البقرہ آیت ۲۷۳)	اور جو اچھا مال بھی تم خدا کی راہ میں خرچ کرو اور حقیقت یہ ہے کہ تم ایسا خرچ صرف اللہ کی توجہ چاہنے کے لئے کرتے ہو۔ سو اس کا نفع تمہاری اپنی جانوں ہی کو ہوگا۔ اور جو اچھا مال بھی تم خرچ کرو تمہیں پورا پورا واپس کر دیا جائے گا اور تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

اس آیت کا سیاق و سباق اور نفسِ مضمون خود اس امر پر شاہد ہے کہ یہاں خیر سے مراد مال ہی ہے۔ الغرض مندرجہ بالا ہر سہ آیات سے جو ایسی متعدد آیات میں سے یہاں بطور مثال درج کی گئی ہیں یہ امر کسی مزید تشریح کا محتاج نہیں رہتا کہ اللہ تعالیٰ نے مال کو فضل، رحمت اور خیر قرار دیا ہے اور جو چیز اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت اور خیر ہو اس کا حصول انسان کے لئے ضروری ہو جاتا ہے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مال کو قرآن مجید میں بہ تکرار فضل اور رحمت اور خیر قرار دینے کیساتھ ساتھ اسے فتنہ بھی قرار دیا ہے جیسا کہ فرمایا:۔

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۔ (انفال آیت ۲۹)	اور یاد رکھو تمہارے مال اور تمہاری اولادیں ایک فتنہ ہیں۔

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ جو چیز فضل، رحمت اور خیر ہے وہ بیک وقت فتنہ کیسے ہو سکتی ہے؟ اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو اس کا جواب خود مذکورہ بالا آیات میں ہی موجود ہے اور وہ (جیسا کہ کنجوسی اور بخیلی کی مذمت سے ظاہر ہے) یہ ہے کہ اگر انسان مال کو خدا کی راہ میں خرچ کر کے نیکی کمائے تو فی الواقعہ وہ اس کے لئے سراسر فضل اور رحمت اور خیر ثابت ہوتا ہے لیکن اگر وہ مال سے محبت کرکے اسے خدا کی راہ میں خرچ نہ کرے اور اگر نفس پرستی اور دنیوی لذات کا شکار ہو کر رضائے الٰہی

کے راستہ سے دُور جا پڑے تو وہی مال جسے خدا نے اُس کے لئے رحمت اور فضل اور خیر قرار دیا تھا اُس کے لئے ایک زبردست فتنہ کی صورت اختیار کر لیتا ہے حتیٰ کہ قرآنِ مجید کی رُو سے اُسے عذابِ الیم کا مستحق بنا چھوڑتا ہے جیسا کہ فرمایا :-

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۙ يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ۝

(التوبہ آیت ۳۴، ۳۵)

وہ لوگ جو سونے اور چاندی کو جمع رکھتے ہیں اور اللہ کے راستے میں اسے خرچ نہیں کرتے ان کو دردناک عذاب کی خبر دے۔ یہ عذاب اُس دن ہوگا جبکہ اس جمع شدہ سونے اور چاندی پر جہنم کی آگ بھڑکائی جائیگی پھر اس سونے اور چاندی سے انکے ماتھوں اور پہلوؤں اور پیٹھوں کو داغ لگائے جائیں گے اور کہا جائیگا یہ وہ چیز ہے جس کو تم اپنے نفسوں کے لئے جمع کرتے تھے۔ پس جن چیزوں کو تم جمع کرتے تھے ان کے مزہ کو چکھو۔

پس مال کا ملنا انسان کے لئے اسی صورت میں رحمت ہے کہ وہ اسے خدا کی راہ میں خرچ کرے بصورت دیگر وہ اس کے لئے ایک زبردست فتنہ اور امتحان ہے۔

مال کے تبشیری اور تنذیری دونوں پہلوؤں اور ان کے دُور رس نتائج و عواقب کے پیشِ نظر ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ کو بار بار یہی تلقین فرماتے تھے کہ وہ مال کے فتنہ سے بچیں۔ مال کمائیں اور ضرور کمائیں لیکن اسے خدا اور اس کے دین کی راہ میں خرچ کرکے اس کی رحمت اور فضل کے مستحق ٹھہریں اور اس معاملہ میں بخل سے کام لیکر عذابِ الیم کے مورد نہ بنیں۔ آپ اس بات پر خاص زور دیتے تھے اور بہ تکرار اسے ذہن نشین کراتے تھے کہ خدا کی راہ میں خرچ کیا ہوا مال توشۂ آخرت کا کام دے گا یعنی اس کے نتیجہ میں دوزخ کے عذاب سے نجات ملے گی اور جنت الفردوس کا ابدی آرام، ابدی سکون اور ابدی راحت انسان کے حصہ میں آئے گی۔ چنانچہ ایک دفعہ آپؐ نے خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے اس جہانِ ناپائیدار کی حیاتِ مستعار کے بالمقابل اُس جہان کی حیاتِ لازوال کا ذکر ان الفاظ میں فرمایا :-

اَيُّهَا النَّاسُ لَا تَكُوْنُوْا مِمَّنْ خَدَعَتْهُ الْعَاجِلَةُ وَغَرَّتْهُ الْاُمْنِيَّةُ وَاسْتَهْوَتْهُ الْبِدْعَةُ فَرَكَنَ اِلٰى دَارٍ سَرِيْعَةِ الزَّوَالِ

لوگو! تم اُن کی طرح مت بنو جو دنیا اور آرزوؤں کی خواہش میں پھنس گئے، بدعتوں کی طرف مائل ہوئے اور جلد فنا ہونے والی دنیا کی طرف جھک پڑے۔

شَبَكَةِ الْاِنْتِقَالِ۔ اِنَّهٗ لَمْ يَبْقَ مِنْ دُنْيَاكُمْ هٰذِهٖ فِيْ جَنْبِ مَا مَضٰى اِلَّا كَاِنَاخَةِ رَاكِبٍ اَوْ صَرَّةِ حَالِبٍ۔ فَعَلَامَا تَعْرُجُوْنَ وَمَا تَنْتَظِرُوْنَ فَكَاَنَّكُمْ۔ وَاللّٰهِ بِمَا اَصْبَحْتُمْ فِيْهِ مِنَ الدُّنْيَا لَمْ يَكُنْ۔ وَبِمَا تَصِيْرُوْنَ اِلَيْهِ مِنَ الْاٰخِرَةِ لَمْ يَزَلْ۔ فَخُذُوْا الْاُهْبَةَ لِاَدَوَاتِ النُّقْلَةِ۔ وَاَعِدُّوْا الزَّادَ لِقُرْبِ الرِّحْلَةِ۔ وَاعْلَمُوْا اَنَّ كُلَّ امْرِئٍ عَلٰى مَا قَدَّمَ قَادِمٌ وَعَلٰى مَا خَلَّفَ نَادِمٌ

(خطبات نبویؐ ص ۵۵-۵۶)

گزرے ہوئے وقت کے مقابلے میں دنیا کا اتنا کم حصہ باقی رہ گیا ہے جتنی دیر میں ساربان اونٹنی کو بٹھاتا ہے یا گوالا دودھ کی ایک دھار لیتا ہے۔ تم کس بھروسہ پہ ہو اور کس بات کا انتظار کر رہے ہو۔ خدا کی قسم دنیا کا یہ موجودہ وقت یوں گزر جائے گا جیسے کبھی تھا ہی نہیں۔ اور جس آخرت کی طرف تم جا رہے ہو وہ غیر فانی ہے۔ پس یہاں سے انتقال کے لئے سامان تیار کر لو۔ اور کوچ کے لئے توشہ مہیا کر لو۔ یاد رکھو جو کچھ آگے بھیج دو گے اس کا اجر ملے گا اور جو کچھ پیچھے چھوڑ جاؤ گے اس پر نادم ہونا پڑے گا۔

اسی طرح ایک اور موقع پر آپ نے دینی کاموں کے لئے چندہ کی اپیل کرتے ہوئے اس امر پر خاص زور دیا کہ اے مسلمانو! جس مال کو تم دنیا سے چھپا چھپا کر رکھتے ہو یا جسے تم اپنے نفس پر خرچ کرنے میں بہت شیر ہو مرنے کے بعد تمہارے کچھ کام نہ آئے گا۔ اسے تم کو اس حال میں چھوڑ کر جانا پڑے گا کہ پھر تمہارا اس پر کوئی اختیار باقی نہ رہے گا اور نہ کوئی نگہبان ہوگا کہ جو اس کی حفاظت کر سکے۔ کام وہی مال آئے گا جو تم خدا کی راہ میں خرچ کرو گے فرمایا:۔

اَيُّهَا النَّاسُ فَقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ تَعْلَمُنَّ وَاللّٰهِ لَيُصْعَقَنَّ اَحَدُكُمْ۔ ثُمَّ لَيَدَعَنَّ غَنَمَهٗ لَيْسَ لَهَا رَاعٍ۔ ثُمَّ لَيَقُوْلَنَّ لَهٗ رَبُّهٗ وَلَيْسَ لَهٗ تَرْجُمَانٌ وَّلَا حَاجِبٌ يَحْجُبُهٗ دُوْنَهٗ اَلَمْ يَاْتِكَ رَسُوْلِيْ فَبَلَّغَكَ وَ اٰتَيْتُكَ مَالًا وَّاَفْضَلْتُ عَلَيْكَ فَمَا قَدَّمْتَ لِنَفْسِكَ۔ فَلَيَنْظُرَنَّ يَمِيْنًا وَّشِمَالًا فَلَا يَرٰى شَيْئًا۔

حاضرین! مرنے سے پہلے اپنے لئے کچھ سامان کر لو تم کو معلوم ہو جائیگا بخدا تم میں سے ہر ایک شخص پر موت کی بیہوشی طاری ہو جائیگی اور وہ اپنی بکریوں (مال مویشی) کو بغیر نگہبان کے چھوڑ جائیگا پھر خدا اس سے پوچھے گا جس کو نہ ترجمان کی ضرورت ہے نہ دربان کی حاجت، کیا میرے رسول نے تم کو تمہیں میرے احکام نہیں پہنچائے تھے اور میں نے تم کو دولت نہیں دی تھی اور اپنے فضل و کرم سے نوازا نہیں تھا پس بتاؤ تم نے اپنے لئے کیا سامان کر چھوڑا ہے؟ اس وقت وہ حیران ہو کر دائیں بائیں دیکھے گا مگر کسی چیز پر نظر نہیں پڑیگی۔

ثُمَّ لَيَنْظُرَنَّ قُدَّامَهُ فَلَا يَرٰى غَيْرَ جَهَنَّمَ۔ فَمَنِ اسْتَطَاعَ اَنْ يَّتَّقِيَ وَجْهَهُ مِنَ النَّارِ وَلَوْ بِشِقٍّ مِّنْ تَمْرَةٍ فَلْيَفْعَلْ۔ وَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَبِكَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ فَاِنَّ بِهَا تُجْزَى الْحَسَنَةُ عَشْرَ اَمْثَالِهَآ اِلٰى سَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ۔

(جمهرة خطب العرب ص۵۵)

پھر سامنے کی طرف آنکھ اٹھائے گا تو دوزخ ہی دکھائی دے گا۔ پس جس کو توفیق ہو وہ اپنے آپ کو اس آگ سے بچالے گو کھجور کے ایک ٹکڑے سے ہی کیوں نہ ہو۔ اور جس کو یہ بھی میسر نہ ہو تو اچھی بات کہہ کر ہی اپنے آپ کو عذابِ الٰہی سے بچالے کیونکہ ایک نیکی کا بدلہ دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک دیا جائے گا۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،۔

مندرجہ بالا خطبہ میں یہ واضح کرنے کے بعد کہ اپنے اموال کو خدا کی راہ میں خرچ کرنے سے گھبرانا اور اس میں بخل سے کام لینا انسان کو مرنے کے بعد دوزخ میں پہنچانے کا موجب بن سکتا ہے۔ ایک اور موقع پر خطبہ ارشاد کرتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے اعمال جن کا مدار تقویٰ پر ہو اور ایسا انفاق فی سبیل اللہ جو اپنے اندر صدقہ جاریہ کا رنگ رکھتا ہو دونوں کو حصولِ جنّت کا یقینی ذریعہ قرار دیا اور واضح فرمایا کہ دنیا کی چمک دمک کی طرف مائل ہو کر نیک اعمال اور صدقۂ جاریہ سے پہلوتہی اختیار کرنا انسان کو جنّت اور اس کے مراتبِ عالیہ سے محروم کر دیتا ہے اور اِن ہر دو امور کو بصد شوق بجا لانا جنّت اور اس کے بلند مدارج کو انسان کے لئے واجب کر دیتا ہے۔ چنانچہ فرمایا:۔

اَيُّهَا النَّاسُ! حَلُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ بِالطَّاعَةِ وَالْبَسُوْا قِنَاعَةَ الْمَخَافَةِ وَاجْعَلُوْا اٰخِرَتَكُمْ لِاَنْفُسِكُمْ وَسَعْيَكُمْ لِمُسْتَقَرِّكُمْ وَاعْلَمُوْا اَنَّكُمْ عَنْ قَلِيْلٍ رَّاحِلُوْنَ وَاِلَى اللّٰهِ صَائِرُوْنَ وَلَا يُغْنِيْ عَنْكُمْ هُنَالِكَ اِلَّا صَالِحُ عَمَلٍ قَدَّمْتُمُوْهُ اَوْ حُسْنُ ثَوَابٍ اَخَّرْتُمُوْهُ۔ اِنَّكُمْ اِنَّمَا تَقْدِمُوْنَ عَلٰى مَا قَدَّمْتُمْ وَتُجَازُوْنَ عَلٰى مَا اَسْلَفْتُمْ۔ فَلَا

لوگو! اطاعت کے زیور سے آراستہ ہو جاؤ اور خوف کی اوڑھنی اوڑھ لو، آخرت کو اپنا بنالو اور اپنے ٹھکانے کے لئے کوشش کر لو، اور اچھی طرح سمجھ لو کہ تمہیں عنقریب یہاں سے رحلت کر کے خدا کے سامنے پہنچنا ہے۔ وہاں سوائے نیک عمل یا صدقۂ جاریہ کے کوئی چیز فائدہ نہیں دیگی۔ تم اپنے اعمال کے پاس پہنچوگے اور ان کا بدلہ پاؤگے۔ سو دنیا کی چمک دمک پر دھوکہ کھا کر جنّت کے بلند رتبوں سے محروم نہ رہنا۔ حقیقت کے چہرہ سے

تَخْدَعُكُمْ زَخَارِفُ دُنْيَا دَنِيَّةٍ عَنْ مَرَاتِبِ جَنَّاتٍ عَلِيَّةٍ - فَكَانَ قَدْ كُشِفَ الْقِنَاعُ وَارْتَفَعَ الْاِرْتِيَابُ وَلَاقَى كُلُّ امْرِئٍ مُسْتَقَرَّهُ، وَعَرَفَ مَثْوَاهُ وَمُتَقَلَّبَهُ۔

پردہ ہٹا دیا گیا ہے - شک کی گنجائش باقی نہیں رہی - ہر آدمی کو اپنا ٹھکانا اچھی طرح معلوم ہو چکا ہے اور انجام کے متعلق بھی اسے آگاہی حاصل ہو چکی ہے -

(خطبات نبوی ۵۰-۵۱)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روح پرور خطبات کے مندرجہ بالا اقتباسات سے یہ حقیقت اچھی طرح آشکار ہو جاتی ہے کہ نیک اعمال بجالانا جن کا مدار تقوی پر ہو اور ان کے ساتھ ساتھ اپنے اموال کو خدا اور اس کے دین کی راہ میں خرچ کرنا اور اس میں اس طور سے مداومت اختیار کرنا کہ انسان کے مرنے کے بعد بھی اس انفاق کا سلسلہ جاری رہے انسان کو ہر طور دوزخ کی آگ سے بچا کر اسے جنت کا مستحق بنا دیتا ہے۔ اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خطبات میں ان دونوں باتوں پر بے انتہا زور دیا ہے حتی کہ خطبات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور کے خطبات کا موضوع اکثر و بیشتر یہی دو باتیں ہوتی تھیں یعنی نیک اعمال اور صدقہ جاریہ۔ چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ نے آنحضورؐ کی ان نصائح پر عمل پیرا ہونے میں ایسا شاندار نمونہ قائم کیا کہ جو رہتی دنیا تک زندہ جاوید رہے گا اور قیامت تک اسلام کا درد رکھنے والے نیک فطرت انسانوں کو دین کی خاطر قربانیاں کرنے پر ابھارتا رہیگا۔ انفاق فی سبیل اللہ کا یہ بے مثال جذبہ ہی تو تھا جو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالی عنہ کی ذات میں معراج کو پہنچ کر قربانی کے اُس شاندار مظاہرہ پر منتج ہوا جس پر آج بھی دنیا حیرت زدہ ہو کر احترام سے گردنیں جھکائے بغیر نہیں رہتی۔ وہ مظاہرہ یہی تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کی ایک ضرورت کے لئے چندہ کی اپیل فرمائی اور حضرت ابوبکرؓ کل اثاث البیت لے کر آنحضورؐ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو گئے۔

جماعت احمدیہ میں وصیت کے نظام کی بنیاد قرآن مجید اور احادیث نبویؐ کی روشنی میں انہی دو باتوں یعنی اعمال صالحہ اور صدقہ جاریہ پر ہے۔ ان دونوں باتوں پر کما حقہٗ پورا اترنا جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبات سے ظاہر ہے انسان کو جنتی بنا دیتا ہے۔ اسی لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے وصیت کی جملہ شرائط پر پورا اترنے والے کو جنتی قرار دیا ہے اور اپنے ایک کشف کی بناء پر اُس قبرستان کا نام جو صحیح معنوں میں دین کو دنیا پر مقدم رکھنے والوں کی آرامگاہ ہے بہشتی مقبرہ رکھا ہے۔ حضورؑ نے جب اللہ تعالی کی مشیت اور اس کے اذن کے ماتحت جماعت میں وصیت کا نظام قائم فرمایا تو قرآن مجید اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مندرجہ بالا ارشادات کے عین مطابق جماعت کو یہی نصیحت فرمائی کہ وہ دنیا کی لذات پر فریفتہ ہونے کی بجائے تقوی پر قائم ہو کر نیک اعمال بجالائیں اور اپنے اموال کو صدقہ جاریہ کے طور پر خدا کی راہ میں خرچ

کریں تا وہ ان کے لئے اِس دنیا میں فتنے اور آخرت میں عذاب کا موجب نہ بنے بلکہ وہ دونوں جہانوں میں رحمت فضل اور خیر کا باعث ثابت ہو اور انہیں جنت میں پہنچا کر ابدی راحت، ابدی آرام اور ابدی سکون کا وارث بنائے۔ چنانچہ فرمایا:۔

" دنیا کی لذّتوں پر فریفتہ مت ہو کہ وہ خدا سے جُدا کرتی ہیں اور خدا کے لئے تلخی کی زندگی اختیار کرو۔ درد جس سے خدا راضی ہو اُس لذّت سے بہتر ہے جس سے خدا ناراض ہو جائے اور وہ شکست جس سے خدا راضی ہو اُس فتح سے بہتر ہے جو موجب غضب الٰہی ہو۔ اُس محبّت کو چھوڑ دو جو خدا کے غضب کے قریب کرے۔ اگر تم صاف دل ہو کر اُس کی طرف آ جاؤ تو ہر ایک راہ میں وہ تمہاری مدد کریگا اور کوئی دشمن تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ خدا کی رضا کو تم کسی طرح پا ہی نہیں سکتے جبتک تم اپنی رضا چھوڑ کر، اپنی لذّات چھوڑ کر، اپنی عزّت چھوڑ کر، اپنا مال چھوڑ کر، اپنی جان چھوڑ کر اُس کی راہ میں وہ تلخی نہ اٹھاؤ جو موت کا نظارہ تمہارے سامنے پیش کرتی ہے لیکن اگر تم تلخی اٹھاؤ گے تو ایک پیارے بچّے کی طرح خدا کی گود میں آ جاؤ گے اور تم اُن راستبازوں کے وارث کئے جاؤ گے جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں اور ہر ایک نعمت کے دروازے تم پر کھولے جائیں گے لیکن تھوڑے ہیں جو ایسے ہیں۔ خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ تقویٰ ایک ایسا درخت ہے جس کو دل میں لگانا چاہیئے۔ وہی پانی جس سے تقویٰ پرورش پاتی ہے تمام باغ کو سیراب کر دیتا ہے۔ تقویٰ ایک ایسی جڑ ہے کہ اگر وہ نہیں تو سب کچھ ہیچ ہے اور اگر وہ باقی رہے تو سب کچھ باقی ہے۔ انسان کو اُس فضولی سے کیا فائدہ جو زبان سے خدا طلبی کا دعویٰ کرتا ہے لیکن قدمِ صدق نہیں رکھتا۔ دیکھو میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ آدمی ہلاک شدہ ہے جو دین کے ساتھ کچھ دنیا کی ملونی رکھتا ہے اور اُس نفس سے جہنّم بہت قریب ہے جس کے تمام ارادے خدا کے لئے نہیں ہیں بلکہ کچھ خدا کے لئے اور کچھ دنیا کے لئے۔ پس اگر تم دنیا کی ایک ذرّہ بھی ملونی اپنے اغراض میں رکھتے ہو تو تمہاری تمام عبادتیں عبث ہیں۔ اس صورت میں تم خدا کی پیروی نہیں کرتے بلکہ شیطان کی پیروی کرتے ہو۔ تم ہرگز توقّع نہ رکھو کہ ایسی حالت میں خدا تمہاری مدد کریگا۔ بلکہ تم اِس حالت میں زمین کے کیڑے ہو اور تھوڑے ہی دنوں تک تم اِس طرح ہلاک ہو جاؤ گے جس طرح کہ کیڑے ہلاک ہوتے ہیں اور تم میں خدا نہیں ہوگا بلکہ تمہیں ہلاک کر کے خدا خوش ہوگا۔ لیکن اگر تم اپنے نفس سے درحقیقت مر جاؤ گے تب تم خدا میں ظاہر ہو جاؤ گے اور خدا تمہارے ساتھ ہوگا اور وہ گھر بابرکت ہوگا جس میں تم رہتے ہو گے اور اُن دیواروں پر خدا کی رحمت نازل ہوگی جو تمہارے گھر کی دیواریں ہیں اور وہ شہر بابرکت ہوگا جہاں ایسا آدمی رہتا ہوگا۔ اگر تمہاری زندگی اور تمہاری موت اور تمہاری ہر ایک حرکت اور تمہاری نرمی اور گرمی محض خدا کے لئے ہو جائے گی اور ہر ایک تلخی اور مصیبت کے وقت تم خدا کا امتحان نہیں کرو گے اور تعلق کو نہیں توڑو گے بلکہ آگے قدم بڑھاؤ گے تو میں سچ سچ

کہتا ہوں کہ تم خدا کی ایک خاص قوم ہو جاؤ گے۔" (الوصیت)

جماعتِ احمدیہ کے افراد کو خدا کی ایسی ہی خاص اور منتخب قوم بنانے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے باذنِ الٰہی وصیت کا نظام قائم فرمایا ہے۔ بلا شبہ اس میں شمولیت توشۂ آخرت کی فراہمی کا وہ یقینی وسیلہ ہے کہ جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے بہشتی زندگی اور حصولِ جنت کو لازم و ملزوم قرار دیا ہے۔ اسی لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ اس نظام میں شامل ہو کر اس کی شرائط پر پورا اترنے والے اعلیٰ درجہ کے مخلص، فی الحقیقت دین کو دنیا پر مقدم کرنے والے اور بیعت کے اقرار کو پورا کر دکھلانے والے ہیں اور جن پر یہ انتظام گراں گزرے ان کے حق میں حضورؑ نے منافق کا لفظ استعمال کر کے انہیں آنے والے عذاب سے خبردار کیا ہے چنانچہ حضور فرماتے ہیں:-

"اس وقت کے امتحان (یعنی وصیت کے نظام) سے بھی اعلیٰ درجہ کے مخلص جنہوں نے درحقیقت دین کو دنیا پر مقدم کیا ہے دوسرے لوگوں سے ممتاز ہو جائیں گے اور ثابت ہو جائے گا کہ بیعت کا اقرار انہوں نے پورا کر کے دکھلا دیا اور اپنا صدق ظاہر کر دیا۔ بے شک یہ انتظام منافقوں پر بہت گراں گزرے گا اور اس سے اُن کی پردہ دری ہو گی اور بعد موت وہ مرد ہوں یا عورت اس قبرستان میں ہرگز دفن نہیں ہو سکیں گے۔ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا لیکن اس کام میں سبقت دکھلانے والے راستبازوں میں شمار کئے جائیں گے اور ابد تک خدا تعالیٰ کی اُن پر رحمتیں ہوں گی ...... میں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ زمانہ قریب ہے کہ ایک منافق جس نے دنیا سے محبت کر کے اس حکم کو ٹال دیا ہے وہ عذاب کے وقت آہ مار کر کہے گا کہ کاش! میں تمام جائداد کیا منقولہ اور کیا غیر منقولہ خدا کی راہ میں دیتا اور اس عذاب سے بچ جاتا۔ یاد رکھو کہ اس عذاب کے معائنہ کے بعد ایمان بے سود ہوگا اور صدقہ خیرات محض عبث۔ دیکھو میں بہت قریب عذاب کی تمہیں خبر دیتا ہوں اپنے لئے وہ زاد جلد تر جمع کرو کہ کام آوے۔ میں یہ نہیں چاہتا کہ تم سے کوئی مال لوں اور اپنے قبضہ میں کر لوں بلکہ تم اشاعتِ دین کے لئے ایک انجمن کے حوالے اپنا مال کرو گے اور بہشتی زندگی پاؤ گے۔ بہتیرے ایسے ہیں کہ وہ دنیا سے محبت کر کے میرے حکم کو ٹال دیں گے مگر بہت جلد دنیا سے جدا کئے جائیں گے۔ تب آخری وقت میں کہیں گے هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ۔" (الوصیت)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ان ارشادات سے ظاہر ہے کہ وصیت کے نظام میں شمولیت بشرطیکہ انسان اس کی جملہ شرائط کو صدقِ دل سے پورا کر دکھائے توشۂ آخرت کی فراہمی کا یقینی وسیلہ ہے اور دنیا کی ملونی، شیطان کی پیروی اور عذابِ الٰہی سے محفوظ رہنے اور جنت اور جنت کے نعماء و مدارج سے سرفراز ہونے کی قطعی اور حتمی ضمانت ہے۔ اسی کی بدولت ایک احمدی عند اللہ اعلیٰ درجہ کے مخلصوں، دین کو دنیا پر مقدم رکھنے والوں اور عہدِ بیعت پورا کر دکھانے والوں کے خوش نصیب زمرہ میں شامل ہونے کی سعادت سے بہرہ یاب ہوتا ہے اور اس کی وجہ سے اُسے اس راہِ سعادت پر قدم مارنے کی توفیق

(کلماتِ طیّبات حضرت مسیح موعود علیہ السّلام)

بہشتی مقبرہ کے لئے بڑی بھاری بشارتیں مجھے ملی ہیں

ہر ایک قسم کی رحمت اس قبرستان میں اتاری گئی ہے

یہ مت خیال کرو کہ یہ صرف دُور از قیاس باتیں ہیں بلکہ یہ اُس قادر کا ارادہ ہے جو زمین و آسمان کا بادشاہ ہے

جب امام الزمان سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی وفات سے چند سال قبل متواتر وحی کے ذریعہ خبر دی گئی کہ آپ کا زمانۂ وفات نزدیک ہے تو آپ نے ۲۰ دسمبر ۱۹۰۵ء کو "الوصیّة" کے نام سے احباب جماعت کے لئے چند نصائح رقم فرمائیں اور انہیں اُس آسمانی نظام سے اطلاع دی جسے اللہ تعالیٰ نے آپ کے مشن کی تکمیل کے لئے آپ کے وصال کے بعد جاری کرنے کا ارادہ فرمایا تھا۔ اس آسمانی نظام کا ایک نہایت ضروری اور اہم حصہ جماعت میں نظامِ وصیت کے قیام اور اس کے اجراء سے تعلق رکھتا تھا۔ آپ نے ایک کشف کی بناء پر اللہ تعالیٰ کی مشیت اور ارادہ کے ماتحت ایک قطعۂ زمین دین کو دنیا پر مقدم کرنے والے پاک دل لوگوں کی خوابگاہ کے طور پر مخصوص فرمایا اور اس کا نام جیسا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بتایا گیا تھا **بہشتی مقبرہ** رکھا اور اس میں داخل ہونے کیلئے بعض شرائط کی پابندی ضروری قرار دی۔ "الوصیّة" کا وہ حصہ جو بہشتی مقبرہ اور نظامِ وصیت کے قیام سے تعلق رکھتا ہے اعادہ اور یاددہانی کے طور پر ذیل میں شائع کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

"اس جگہ ایک امر اور قابلِ تذکرہ ہے کہ جیسا کہ میں پہلے بیان کر چکا ہوں کہ خدا نے مجھے میری وفات سے اطلاع دی ہے اور مجھے مخاطب کر کے میری زندگی کی نسبت فرمایا کہ بہت تھوڑے دن رہ گئے ہیں اور فرمایا کہ تمام حوادث اور عجائباتِ قدرت دکھلانے کے بعد تمہارا حادثہ آئے گا۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ضرور ہے کہ میری وفات سے پہلے دنیا پر کچھ حوادث پڑیں اور کچھ عجائباتِ قدرت ظاہر ہوں تا دنیا ایک انقلاب کے لئے تیار ہو جائے اور اس انقلاب کے بعد میری وفات ہو۔ اور مجھے ایک جگہ دکھلا دی گئی کہ یہ تیری قبر کی جگہ ہو گی۔ ایک فرشتہ میں نے دیکھا کہ وہ زمین کو ناپ رہا ہے تب ایک مقام پر اس نے پہنچ کر مجھے کہا کہ یہ تیری قبر کی جگہ ہے۔ پھر ایک جگہ مجھے ایک قبر دکھائی گئی کہ وہ چاندی سے زیادہ چمکتی تھی اور اس کی تمام مٹی چاندی کی تھی تب مجھے کہا گیا کہ یہ تیری قبر ہے۔ اور ایک جگہ مجھے دکھلائی گئی اور اس کا نام بہشتی مقبرہ رکھا

گیا۔ اور ظاہر کیا گیا کہ وہ ان برگزیدہ جماعت کے لوگوں کی قبریں ہیں جو بہشتی ہیں۔ تب سے ہمیشہ مجھے یہ فکر رہی کہ جماعت کے لئے ایک قطعہ زمین قبرستان کی غرض سے خریدا جائے لیکن چونکہ موقعہ کی عمدہ زمینیں بہت قیمت سے ملتی تھیں اس لئے یہ غرض مدت دراز تک معرض التواء میں رہی۔ اب اخویم مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم کی وفات کے بعد جبکہ میری وفات کی نسبت بھی متواتر وحی الٰہی ہوئی میں نے مناسب سمجھا کہ قبرستان کا جلدی انتظام کیا جائے اس لئے میں نے اپنی ملکیت کی زمین جو ہمارے باغ کے قریب ہے جس کی قیمت ہزار روپیہ سے کم نہیں اس کام کے لئے تجویز کی۔ اور میں دعا کرتا ہوں کہ خدا اس میں برکت دے اور اسی کو بہشتی مقبرہ بنادے اور یہ اس جماعت کے پاک دل لوگوں کی خوابگاہ ہو جنہوں نے درحقیقت دین کو دنیا پر مقدم کر لیا اور دنیا کی محبت چھوڑ دی اور خدا کے لئے ہو گئے اور پاک تبدیلی اپنے اندر پیدا کر لی اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی طرح وفاداری اور صدق کا نمونہ دکھلایا۔ آمین یا رب العٰلمین۔

پھر میں دعا کرتا ہوں کہ میرے قادر خدا اس زمین کو میری جماعت میں سے اُن پاک دلوں کی قبریں بنا جو فی الواقعہ تیرے لئے ہو چکے اور دنیا کی اغراض کی ملونی ان کے کاروبار میں نہیں۔ آمِیْن یَا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ۔

پھر میں تیسری دفعہ دعا کرتا ہوں کہ اے میرے قادر کریم! اے خدائے غفور و رحیم! تو صرف اُن لوگوں کو اِس جگہ قبروں کی جگہ دے جو تیرے اس فرستادہ پر سچا ایمان رکھتے ہیں۔ اور کوئی نفاق اور غرض نفسانی اور بدظنی اپنے اندر نہیں رکھتے۔ اور جیسا کہ حق ایمان اور طاعت کا ہے بجا لاتے ہیں۔ اور تیرے لئے اور تیری راہ میں اپنے دلوں میں جان فدا کر چکے ہیں جن سے تو راضی ہے اور جن کو تو جانتا ہے کہ وہ بکلّی تیری محبت میں کھوئے گئے اور تیرے فرستادہ سے وفاداری اور پورے ادب اور انشراحی ایمان کے ساتھ محبت اور جانفشانی کا تعلق رکھتے ہیں۔ آمِیْن یَا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ۔

اور چونکہ اس قبرستان کے لئے بڑی بھاری بشارتیں مجھے ملی ہیں اور نہ صرف خدا نے یہ فرمایا کہ یہ مقبرہ بہشتی ہے بلکہ یہ بھی فرمایا۔ اُنْزِلَ فِیْھَا کُلُّ رَحْمَۃٍ یعنی ہر ایک قسم کی رحمت اس قبرستان میں اُتاری گئی ہے اور کسی قسم کی رحمت نہیں جو اس قبرستان والوں کو اس سے حصہ نہیں۔ اسلئے خدا نے میرا دل اپنی وحی خفی سے اس طرف مائل کیا کہ ایسے قبرستان کیلئے ایسے شرائط لگا دیئے جائیں کہ وہی لوگ اس میں داخل ہو سکیں جو اپنے صدق اور کامل راستبازی کی وجہ سے ان شرائط کے پابند ہوں۔ سو وہ تین شرطیں ہیں اور سب کو بجالانا ہوگا۔

۱۔ اس قبرستان کی زمین موجودہ بطور چندہ کے میں نے اپنی طرف سے دی ہے لیکن اس احاطہ کی تکمیل کے لئے کسی قدر اور زمین خریدی جائیگی جس کی قیمت اندازاً ہزار روپیہ ہوگی اور اس کے خوشنما کرنے کے لئے کچھ درخت لگائے جائیں گے اور ایک کنواں لگایا جائے گا۔ اور اس قبرستان سے شمالی طرف بہت پانی ٹھہرا رہتا ہے جو گذرگاہ ہے اسلئے وہاں ایک پُل تیار کیا جائے گا۔ اور ان متفرق مصارف کے لئے دو ہزار روپیہ درکار ہوگا۔ سو کل یہ تین ہزار روپیہ ہوا جو اس تمام کام کی تکمیل کے لئے خرچ ہوگا۔ سو پہلی شرط یہ ہے کہ ہر ایک شخص جو اس قبرستان میں مدفون ہونا چاہتا ہے وہ اپنی

حیثیت کے لحاظ سے اِن مصارف کے لئے چندہ داخل کرے۔ اور یہ چندہ محض انہی لوگوں سے طلب کیا گیا ہے نہ دوسروں سے۔ بالفعل یہ چندہ اخویم مکرم مولوی نورالدین صاحب کے پاس آنا چاہیئے۔ لیکن اگر خدا تعالیٰ نے چاہا تو یہ سلسلہ ہم سب کی موت کے بعد بھی جاری رہے گا۔ اس صورت میں ایک انجمن چاہیئے کہ ایسی آمدنی کا روپیہ جو وقتاً فوقتاً جمع ہوتا رہے گا اعلائے کلمۂ اسلام اور اشاعتِ توحید میں جس طرح مناسب سمجھیں خرچ کریں۔

۲۔ دوسری شرط یہ ہے کہ تمام جماعت میں سے اس قبرستان میں وہی مدفون ہوگا جو یہ وصیت کرے جو اس کی موت کے بعد دسواں حصہ اس کے تمام ترکہ کا حسب ہدایت اس سلسلہ کے اشاعتِ اسلام اور تبلیغ احکامِ قرآن میں خرچ ہوگا۔ اور ہر ایک صادق کامل الایمان کو اختیار ہوگا کہ اپنی وصیت میں اس سے بھی زیادہ لکھ دے لیکن اس سے کم نہیں ہوگا۔ اور یہ مالی آمدنی ایک بادیانت اور اہلِ علم انجمن کے سپرد رہے گی اور وہ باہمی مشورہ سے ترقی اسلام اور اشاعتِ علمِ قرآن وکتب دینیہ اور اس سلسلہ کے واعظوں کے لئے حسبِ ہدایت مذکورہ بالا خرچ کریں گے اور خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ اس سلسلہ کو ترقی دیگا۔ اس لئے امید کی جاتی ہے کہ اشاعتِ اسلام کے لئے ایسے مال بھی بہت اکٹھے ہو جائیں گے اور ہر ایک امر جو مصالح اشاعتِ اسلام میں داخل ہے جس کی اب تفصیل کرنا قبل از وقت ہے وہ تمام امور ان اموال سے انجام پذیر ہوں گے اور جب ایک گروہ جو متکفل اس کام کا ہے فوت ہو جائے گا تو وہ لوگ جو اُن کے جانشین ہوں گے ان کا بھی یہی فرض ہوگا کہ ان تمام خدمات کو حسبِ ہدایت سلسلہ احمدیہ بجا لاویں۔ ان اموال میں سے ان یتیموں اور مسکینوں اور نو مسلموں کا بھی حق ہوگا جو کافی طور پر وجوہِ معاش نہیں رکھتے اور سلسلہ احمدیہ میں داخل ہیں۔ اور جائز ہوگا کہ ان اموال کو بطور تجارت ترقی دی جائے۔

یہ مت خیال کرو کہ یہ صرف دُور از قیاس باتیں ہیں بلکہ یہ اس قادر کا ارادہ ہے جو زمین و آسمان کا بادشاہ ہے۔ مجھے اس بات کا غم نہیں کہ یہ اموال جمع کیونکر ہوں گے اور ایسی جماعت کیونکر پیدا ہوگی جو ایمانداری کے جوش سے یہ مردانہ کام دکھلائے بلکہ مجھے یہ فکر ہے کہ ہمارے زمانہ کے بعد وہ لوگ جن کے سپرد ایسے مال کئے جائیں وہ کثرتِ مال کو دیکھ کر ٹھوکر نہ کھاویں اور دنیا سے پیار نہ کریں۔ سو میں دُعا کرتا ہوں کہ ایسے امین ہمیشہ اس سلسلہ کو ہاتھ آتے رہیں جو خدا کے لئے کام کریں ہاں جائز ہوگا کہ جن کا کچھ گذارہ نہ ہو ان کو بطور مدد خرچ اس میں سے دیا جائے۔

۳۔ تیسری شرط یہ ہے کہ اس قبرستان میں دفن ہونے والا متقی ہو اور محرمات سے پرہیز کرتا ہو۔ اور کوئی شرک اور بدعت کا کام نہ کرتا ہو سچا اور صاف مسلمان ہو۔

۴۔ ہر ایک صالح جو اس کی کوئی بھی جائیداد نہیں اور کوئی مالی خدمت نہیں کر سکتا اگر یہ ثابت ہو کہ وہ دین کے لئے اپنی زندگی وقف رکھتا تھا اور صالح تھا تو وہ اس قبرستان میں دفن ہو سکتا ہے۔

...ممکن ہے کہ بعض آدمی جن پر بدگمانی کا مادہ غالب ہو وہ اس کارروائی میں ہمیں اعتراضوں کا نشانہ بناویں اور اس انتظام کو اغراضِ نفسانیہ پر مبنی سمجھیں یا اس کو بدعت قرار دیں لیکن یاد رہے کہ خدا تعالیٰ کے کام ہیں وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ بلاشبہ اُس نے ارادہ

کیا ہے کہ اس انتظام سے منافق اور مومن میں تمیز کرے اور ہم خود محسوس کرتے ہیں کہ جو لوگ اس الٰہی انتظام پر اطلاع پاکر بلا توقف اس فکر میں پڑتے ہیں کہ دسواں حصہ کُل جائداد کا خدا کی راہ میں دیں بلکہ اس سے زیادہ اپنا جوش دکھلاتے ہیں وہ اپنی ایمانداری پر مُہر لگا دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ الٓمّٓ ٥ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَکُوْٓا اَنْ یَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَھُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ۔ کیا لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ میں اسی قدر پر راضی ہو جاؤں کہ وہ کہدیں کہ ہم ایمان لائے اور ابھی ان کا امتحان نہ کیا جائے؟ اور یہ امتحان تو کچھ بھی چیز نہیں۔ صحابہؓ کا امتحان جانوں کے مطالبہ پر کیا گیا۔ اور انہوں نے اپنے سر خدا کی راہ میں دیئے۔ پھر ایسا گمان کہ کیوں یونہی عام اجازت ہر ایک کو نہ دی جائے کہ وہ اس قبرستان میں دفن کیا جائے کس قدر دُور از حقیقت ہے۔ اگر یہی روا ہو تو خدا تعالیٰ نے ہر ایک زمانہ میں امتحان کی کیوں بنیا ڈالی؟ وہ ہر ایک زمانہ میں چاہتا رہا ہے کہ خبیث اور طیب میں فرق کرکے دکھلاوے اس لئے اب بھی اس نے ایسا ہی کیا۔

خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بعض خفیف خفیف امتحان بھی رکھے ہوئے تھے جیسا کہ یہ بھی دستور تھا کہ کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے کسی قسم کا مشورہ نہ لے جب تک پہلے نذرانہ داخل نہ کرے۔ پس اس میں بھی منافقوں کے لئے ابتلاء تھا۔ ہم خود محسوس کرتے ہیں کہ اس وقت کے امتحان سے بھی اعلیٰ درجہ کے مخلص جنہوں نے درحقیقت دین کو دنیا پر مقدم کیا ہے دوسرے لوگوں سے ممتاز ہو جائیں گے اور ثابت ہو جائے گا کہ بیعت کا اقرار انہوں نے پورا کرکے دکھلا دیا اور اپنا صدق ظاہر کر دیا۔ بے شک یہ انتظام منافقوں پر بہت گراں گزرے گا اور اس سے ان کی پردہ دری ہوگی۔ اور بعد موت وہ مرد ہوں یا عورت اس قبرستان میں ہرگز دفن نہیں ہو سکیں گے۔ فِیْ قُلُوْبِھِمْ مَّرَضٌ فَزَادَھُمُ اللّٰہُ مَرَضًا لیکن اس کام میں سبقت دکھلانے والے راستبازوں میں شمار کئے جائیں گے اور ابد تک خدا تعالیٰ کی ان پر رحمتیں ہوں گی۔ بالآخر یہ بھی یاد رہے کہ بلاؤں کے دن نزدیک ہیں اور ایک سخت زلزلہ جو زمین کو تہ و بالا کر دے گا قریب ہے۔ پس وہ جو معائنہ عذاب سے پہلے اپنا تارک الدنیا ہونا ثابت کر دیں گے اور نیز یہ بھی ثابت کر دیں گے کہ کس طرح انہوں نے میرے حکم کی تعمیل کی خدا کے نزدیک حقیقی مومن وہی ہیں اور اس کے دفتر میں سابقین اوّلین لکھے جائیں گے اور میں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ زمانہ قریب ہے کہ ایک منافق جس نے دنیا سے محبت کرکے اس حکم کو ٹال دیا ہے وہ عذاب کے وقت آہ مار کر کہے گا کہ کاش! میں تمام جائیداد کیا منقولہ اور کیا غیر منقولہ خدا کی راہ میں دیتا اور اس عذاب سے بچ جاتا۔ یاد رکھو کہ اس عذاب کے معائنہ کے بعد ایمان بے سود ہوگا اور صدقہ خیرات محض عبث۔ دیکھو! میں بہت قریب عذاب کی تمہیں خبر دیتا ہوں۔ اپنے لئے وہ زاد جلد تر جمع کرو کہ کام آوے۔ میں نہیں چاہتا کہ تم سے کوئی مال لوں اور اپنے قبضہ میں کرلوں۔ بلکہ تم اشاعتِ دین کیلئے ایک انجمن کے حوالے اپنا مال کروگے اور بہشتی زندگی پاؤگے۔ بہتیرے ایسے ہیں کہ وہ دنیا سے محبت کرکے میرے حکم کو ٹال دینگے مگر بہت جلد دنیا سے جُدا کئے جائیں گے۔ تب آخری وقت میں کہیں گے ھٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ ؁ (الوصیت)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا عربی کلام

اُمّتِ مُسلمہ کی اصلاح کے لئے دُعا

فَيَا رَبِّ اَصْلِحْ حَالَ اُمَّةِ سَيِّدِیْ　　وَعِنْدَكَ هَيِّنٌ عِنْدَنَا مُتَعَسِّرٌ

اے میرے رب! میرے آقا محمد رسول اللہ کی اُمت کے حال کی اصلاح فرما۔ اور جو ہمارے لئے مشکل ہے وہ تیرے لئے آسان ہے

وَلَيْسَ بِرَاقٍ قَبْلَ اَنْ تَاْخُذَنْ يَدًا　　وَلَيْسَ بِسَاقٍ قَبْلَ كَاْسٍ تُقَدِّرُ

اور تیری دستگیری کے سوا کوئی ترقی نہیں کرسکتا۔ اور کوئی زندگی کا پانی پلانے والا نہیں جب تک کہ تُو پیالہ مقدر نہ کرے

وَقَدْ نُشِّرَتْ ذَرَّاتُنَا مِنْ مَصَائِبٍ　　وَمِتْنَا فَلَا تَذْكُرْ ذُنُوْبًا تَنْظُرُ

مصائب کی وجہ سے ہمارے ذرّات منتشر کر دیئے گئے ہیں۔ اور ہم مر چکے ہیں پس ہمارے گناہ جو تُو دیکھ رہا ہے یاد نہ کر۔

وَلَا تُخْرِجَنْ سَيْفًا طَوِيْلًا لِقَتْلِنَا　　وَتُبْ وَاعْفُوَنْ يَا رَبِّ قَوْمٍ صُغِّرُوْا

اور ہمیں قتل کرنے کے لئے بڑی تلوار نہ نکال۔ اور نظرِ کرم فرما۔ اور معاف کر اے ذلیل کئے ہوئے انسانوں کے ربّ۔

وَاِنْ تُهْلِكَنَا يَا رَبَّنَا بِذُنُوْبِنَا　　فَنَفْنٰى بِمَوْتِ الْخِزْیِ وَالْخَصْمُ يَبْطَرُ

اے ہمارے رب اگر تُو ہمارے گناہوں کی وجہ سے ہمیں ہلاک کرے گا۔ تو ہم ذلّت کی موت سے فنا ہو جائیں گے اور دشمن خوش ہوگا۔

وَاِنِّیْ اَرٰی اَنَّ الذُّنُوْبَ كَبِيْرَةٌ　　وَاَعْرِفُ مَعَهٗ اَنَّ فَضْلَكَ اَكْبَرُ

اور یقیناً میں دیکھتا ہوں کہ ہمارے گناہ بہت بڑے ہیں۔ لیکن ساتھ ہی میں جانتا ہوں کہ تیرا فضل بھی بہت بڑا ہے۔

اِلٰهِیْ اَغِثْنَا وَاسْقِنَا وَاحْمِ عِرْضَنَا　　بِسُلْطَانِكَ الْاَجْلٰى وَاِنَّكَ اَقْدَرُ

اے ہمارے رب ہماری فریاد رسی کر اور ہمیں زندگی کا پانی پلا اور ہماری زندگی کی حفاظت نمایاں طاقت سے کر اور تُو بہت طاقتور اور قادر ہے۔

(حمامۃ البشریٰ)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا فارسی کلام

انصارِ دین بننے کی تلقین!

دو روزِ عمرِ خود در کارِ دیں کوشید اے یاراں　　کہ آخر ساعتِ رحلت بصد حسرت شود پیدا

اے دوستو! اپنی عمر کے دو دن دین کے کام میں گزارو۔ کہ آخر کار مرنے کی گھڑی سینکڑوں حسرتیں لے کر آجائے گی۔

اُمیدِ دیں رواں گرداں۔ اُمیدِ تو روا گردد　　ز صد نومیدی و یاس و الم رحمت شود پیدا

تو دین کی اُمید پوری کر۔ تاکہ تیری اُمیدیں پوری ہوں۔ سینکڑوں نااُمیدیوں یاس اور غم کے بعد رحمت پیدا ہو جائیگی۔

در انصارِ نبی بنگر کہ چوں شد کار تا دانی　　کہ از تائیدِ دیں سرچشمۂ دولت شود پیدا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انصار کی طرف دیکھ کہ کس طرح انہوں نے کام کیا۔ تاکہ تجھے پتہ لگے کہ دین کی مدد کرنے سے دولت کا منبع پیدا ہو جاتا ہے۔

بکوش از جان و دل تا خدمتے از دستِ تو آید　　بقائے جاوداں یابی گر ایں شربت شود پیدا

دل و جان سے کوشش کر تاکہ تیرے ہاتھوں سے کوئی خدمتِ اسلام ہو جائے۔ اگر یہ شربت پیدا ہو جائے تو تُو بقائے دوام حاصل کر لے گا۔

بمفت ایں اجرِ نصرت را دہندت اے اخی ورنہ　　قضائے آسمان است ایں بہر حالت شود پیدا

اے بھائی مفت میں تجھے نصرت کا یہ بدلہ دے رہے ہیں ورنہ　　یہ تو آسمانی فیصلہ ہے جو ضرور ہو کر رہے گا۔

ہمے بینم کہ دادارِ قدیر و پاک مے خواہد　　کہ باز آں قوتِ اسلام آں شوکت شود پیدا

مَیں تو یہ دیکھ رہا ہوں کہ قادر و قدوس خدا کا منشاء یہ ہے۔ کہ اسلام کی وہ قوت اور وہ شوکت جو پہلے تھی پھر پیدا ہو جائے

کریما صد کرم کُن بر کسے کو ناصرِ دیں است　　بلائے او بگرداں گر گہے آفت شود پیدا

اے خداوند کریم سینکڑوں مہربانیاں اُس شخص پر کر کہ جو دین کا مددگار ہے۔ اگر کبھی آفت آئے تو اُس کی مصیبت کو ٹال دے۔

چناں خوش دار او را اے خدائے قادرِ مطلق　　کہ در ہر کار و بار و حالِ او جنت شود پیدا

اے خداوندِ قادرِ مطلق اُسے ایسا خوش رکھ کہ اس کی حالت اور سب کاروبار میں ایک جنت پیدا ہو جائے

(آئینہ کمالاتِ اسلام)

روحِ مسابقت اور اس کی اہمیت

(سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ)

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے سورۃ المومنون کے چوتھے رکوع کی ۵۶ تا ۶۲ آیات کی تفسیر کرتے ہوئے اسلامی تعلیم کے ایک عظیم الشان نکتہ کی طرف توجہ دلائی ہے۔ اور وہ نکتہ یہ ہے کہ اسلامی تعلیم کے مطابق ہر مسلمان کا یہ فرض ہے کہ وہ دوسروں سے آگے نکلنے کی کوشش کرے۔ ہم ذیل میں حضور کے ان قیمتی ارشادات کو درج کرتے ہیں اور توقع رکھتے ہیں کہ قارئین کرام اس پر پوری توجہ دینگے۔ (ادارہ)

"اِن آیات میں اللہ تعالیٰ نے اِس طرف اشارہ فرمایا ہے کہ کفر اور اسلام کے مقابلہ میں اسی فریق کا انجام اچھا ہوگا جس میں چار خوبیاں پائی جائیں گی۔ اوّل خشیت اللہ، دوم ایمان بآیات اللہ، سوم شرک سے اجتناب اور چہارم خدمتِ دین اور پھر یہ خوف کہ ہم نے کچھ نہیں کیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک دفعہ انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ کیا وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَا اٰتَوْا وَّ قُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ کا یہ مطلب ہے کہ انسان جو کچھ چاہے کرے مگر خدا تعالیٰ سے ڈرتا رہے۔ آپ نے فرمایا نہیں اِس سے یہ مراد نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ انسان نیکی کرے اور ساتھ خدا تعالیٰ سے ڈرتا بھی رہے۔ اس کے بعد فرماتا ہے کہ یہی لوگ ہیں جو دَوڑ دَوڑ کر نیکیوں میں حصہ لیتے اور ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی کوشش کرتے ہیں۔ گویا مسابقت کی روح ان کے اندر پائی جاتی ہے۔ یہ ایک فطری جذبہ ہے جو ہر انسان کے اندر پایا جاتا ہے۔ اور وہ چاہتا ہے کہ ترقی کے میدان میں دوسروں سے آگے نکل جائے۔ طالب علم اِسی جذبہ کے ماتحت محنت کرتے ہیں اور وہ ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی کوشش کرتے ہیں۔ بچے اسی جذبہ کے ماتحت کھیلوں میں امتیازی مقام حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ تاجر، صنّاع، زمیندار، ڈاکٹر، انجنیئر، موجد اور سائنسدان اِسی جذبہ کے ماتحت اپنی تجارت اور صنعت اور زراعت اور طِبّ اور انجنیئرنگ اور سائنس اور ایجادات کے سلسلہ میں ایک دوسرے پر برتری حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ قومیں اور حکومتیں بھی اِسی جذبہ کے ماتحت اپنے اندر زیادہ سے زیادہ طاقت پیدا کرتی اور دوسروں سے ایک بلند اور نمایاں مقام حاصل کرنا چاہتی ہیں۔ بلکہ اور تو اور حیوانوں میں بھی یہ جذبہ پایا جاتا ہے اور وہ بھی مسابقت کی روح اپنے اندر رکھتے ہیں۔ اگر دو گھوڑے آگے پیچھے آ رہے ہوں تو فوراً اگلا گھوڑا پچھلے گھوڑے کے پاؤں کی آہٹ پاکر اپنے قدم تیز کر دیتا ہے اور چاہتا ہے کہ دوسرا اس سے آگے نہ نکل جائے۔ مگر اُس کو دَوڑتا دیکھ کر پچھلا گھوڑا

بھی اپنے قدم تیز کر دیتا ہے۔ پھر بسا اوقات پچھلا گھوڑا آگے نکل جاتا ہے اور اگلا گھوڑا پیچھے رہ جاتا ہے۔ غرض یہ ایک طبعی اور فطری جذبہ ہے جو ہر انسان کے اندر پایا جاتا ہے۔ اسلام نے اسی طبعی جذبہ کی طرف مومنوں کو ان آیات میں توجہ دلائی ہے اور بتایا ہے کہ تمہارا کام ہر میدان میں دوسروں سے آگے نکلنا ہے۔ اگر تم معمار ہو تو تمہاری کوشش یہ ہونی چاہیئے کہ کسی قوم کا معمار تم سے آگے نہ بڑھے۔ اگر تم صنّاع ہو تو تمہاری کوشش یہ ہونی چاہیئے کہ کسی قوم کا صنّاع تم سے آگے نہ بڑھے۔ اگر تم موجد ہو تو تمہاری کوشش یہ ہونی چاہیئے کہ کسی قوم کا موجد تم سے آگے نہ نکل سکے۔ اگر تم ڈاکٹر یا طبیب ہو تو تمہاری کوشش یہ ہونی چاہیئے کہ کسی قوم کا ڈاکٹر اور طبیب تم سے اس فن میں آگے نہ نکلے۔ اسی طرح تمہیں دیانت اور امانت میں اتنا اعلیٰ نمونہ پیش کرنا چاہیئے کہ کوئی قوم اس نیکی میں تمہارا مقابلہ نہ کر سکے۔ اگر تم ایسا کرو گے تو تم دنیا کے معلّم اور استاد بن جاؤ گے اور لوگ تمہارے پیچھے چلنے پر مجبور ہوں گے۔

مجھے یاد ہے کہ مسٹر سٹرک لینڈ کو اپریٹو سوسائیٹیز کے ایک انگریز رجسٹرار تھے۔ وہ ایک دفعہ شملہ میں مجھے ملے اور کہنے لگے کہ آپ کی جماعت میں جو چندہ وصول کرنے کا کام کرتے ہیں وہ کس طرح دیانتداری سے کام کرتے ہیں۔ مَیں تو جسے بھی مقرر کرتا ہوں وہ تھوڑے دنوں میں ہی خائن ثابت ہو جاتا ہے اور مجھے اُسے نکالنا پڑتا ہے۔ مَیں نے کہا ہمارے ہاں لوگ اسلئے بددیانتی نہیں کرتے کہ ان کا ایمان ہے کہ بددیانتی انسان کے ایمان کو ضائع کر دیتی ہے۔ وہ اُس وقت انگلستان چھٹی پر جا رہے تھے۔ کہنے لگے اگر مَیں واپس آیا تو مَیں حکومت سے درخواست کروں گا کہ کوآپریٹو سوسائیٹیز کے انسپکٹر پہلے چھ ماہ کے لئے امام جماعت احمدیہ کے پاس بھجوا دیئے جایا کریں تاکہ وہ اُن میں دیانت کی رُوح پیدا کریں۔ ہماری جماعت کی برتری کا یہ احساس اُس انگریز رجسٹرار کے دل میں اس لئے پیدا ہوا کہ اسلامی تعلیم کے مطابق ہمارا ہر فرد نیکیوں میں دوسروں سے آگے نکلنے کی کوشش کرتا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ کوئی دوسرا شخص اس سے آگے نہ نکل جائے۔ اگر یہ جذبۂ مسابقت قومی رنگ میں پیدا ہو جائے اور ہر فرد نیکیوں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرے تو دنیا کے تمام جھگڑے اور فسادات مٹ جائیں"۔

(تفسیر کبیر جلد پنجم جزو اوّل صد ۱۸۲)

غیر مطبوعہ

آپ بیتی

(حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

(۳)

ذیل میں حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی معرکۃ الآرا تصنیف "آپ بیتی" کے غیر مطبوعہ حصہ کی تیسری قسط ہدیۂ قارئین کی جا رہی ہے۔ اس کا مسودہ محترم جناب شیخ محمد اسماعیل صاحب پانی پتی نے ماہنامہ "انصار اللہ" کو بغرض اشاعت عنایت فرمایا ہے۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء۔ (ادارہ)

پولیس کا انتقام

میں سونی پت میں تھا کہ ایک دن ایک پولیس کنسٹیبل کسی شخص کی ضربات کا ملاحظہ کرانے کے لئے میرے پاس آیا۔ دوپہر کا وقت تھا۔ اُس مضروب کے ہمراہ جو نقشۂ مضروبی تھانیدار نے بھیجا تھا اُس پر لکھا تھا کہ اس مضروب کی پشت پر تین عدد نشانات ضرب لاٹھی ہیں جو تین دن ہوئے لگے تھے۔ میں نے جو اُس مضروب کا کُرتہ اُتروایا تو دیکھا کہ تین تو واقعی لاٹھی کی ضربات تھیں اور پُرانی تھیں مگر دو بالکل تازہ نشانات بید کی ضرب کے بھی موجود تھے۔ پوچھا کہ یہ نشانات کیسے ہیں؟ تو مضروب نے کہا کہ یہ سپاہی تھانہ میں سے مجھے آپ کے پاس لا رہا تھا کہ بازار میں گذرتے ہوئے کہنے لگا کہ مجھے بھوک لگی ہے آؤ اس دکان پر میں اور تم دونوں کھانا کھالیں۔ چنانچہ ہم دونوں نے روٹی والے سے کھانا خرید کر کھالیا۔ پھر یہ کنسٹیبل مجھے کہنے لگا کہ میری روٹی کی قیمت بھی تو دے۔ میں نے انکار کیا اور صرف اپنی روٹی کے پیسے ادا کر دیئے۔ اِس سپاہی نے غصہ میں آکر مجھے دو بید مارے۔ یہ ابھی کوئی آدھ گھنٹہ ہی ہُوا لگے ہیں۔ سپاہی سے میں نے پوچھا تو اس نے بھی اقرار کر لیا۔ اِس پر میں نے نقشۂ مضروبی پر لکھ دیا کہ اِس شخص کی پُشت پر پانچ نشاناتِ ضرب ہیں۔ تین تو لاٹھی کے ہیں اور تین دن کے معلوم ہوتے ہیں اور دو نشاناتِ ضربِ بید بالکل تازہ کوئی گھنٹہ آدھ گھنٹہ کے معلوم ہوتے ہیں جو بقول اِس مضروب کے اِس کے ہمراہی کنسٹیبل نے مارے ہیں۔ وہ کنسٹیبل اَن پڑھ تھا اس لئے بمعہ مضروب اور رپورٹ کے واپس تھانہ کو چلا گیا۔ تھانہ میں جب یہ رپورٹ پڑھی گئی تو پولیس والوں کو اپنی فکر پڑ گئی۔ اُسی وقت ایک ہیڈ کنسٹیبل آیا اور اُس نے میری بہت منّت خوشامد کی مگر میں بھی مجبور تھا۔ پھر دوسرا کوئی پولیس آفیسر آیا۔ شام کو تھانہ دار نے ایک ڈیپوٹیشن پولیس اور

غیر پولیس والوں کا روانہ کیا۔ مگر میرے لئے کوئی گنجائش نہ تھی اس لئے وہ بھی واپس چلے گئے۔ آگے یہ معلوم نہیں کہ اس مقدمہ کا کیا حشر ہوا۔ مگر سارے پولیس والے اور خصوصاً داروغہ صاحب میرے سخت مخالف ہو گئے۔ ایک دو ماہ کے بعد ایک دن شام کو سول سرجن صاحب رہتک یکدم اپنی موٹر کار میں تشریف لائے اور کہا کہ آپ کے برخلاف ایک رپورٹ پولیس نے کی ہے آپ اس کا جواب لکھ کر مجھے بھیج دیں۔ وہ مجھے شکایت کے کاغذات دکھ کر چلے گئے۔ اُن میں لکھا تھا کہ سوامی شردھانند صاحب جو حال ہی میں دہلی میں قتل ہو گئے ہیں ان کے قتل کے متعلق ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل نے شہر کے سارے مسلمانوں کو فلاں مسجد میں جمع کر کے ایک جلسہ کیا۔ اس میں تقریر کی اور پھر چندہ دیا اور شہر والوں سے بھی چندہ لیا کہ قاتل کو ڈیفینڈ کیا جاوے اور ہندوؤں کے خلاف بہت نفرت پھیلائی۔ یہ رپورٹ سی۔ آئی۔ ڈی کے کنسٹیبل نے لکھی تھی، اس پر تھانہ دار کے دستخط تھے۔ پھر سپرنٹنڈنٹ پولیس کے دستخط تھے۔ اور اس کے بعد ڈی۔ آئی۔ جی کے۔ آخر میں وہ انسپکٹر جنرل پولیس کے پاس پہنچی۔ اُس نے گورنر صاحب کو بھیجدی کہ یہ ڈاکٹر بڑا خطرناک اور مفسد معلوم ہوتا ہے اس کا انسداد کیا جاوے۔ گورنر صاحب نے وہ سب کاغذات ہمارے محکمہ کے انسپکٹر جنرل شفاخانہ جات کو برائے تفتیش بھیج دیئے اور انہوں نے سول سرجن صاحب رہتک کو۔ میں تو یہ سب کیس پڑھ کر حیران ہی رہ گیا کیونکہ نہ مَیں کسی ایسے جلسے میں شریک ہوا تھا۔ نہ مَیں نے وہ مسجد دیکھی تھی۔ نہ چندہ دیا تھا۔ نہ تقریر کی تھی۔ خیر مَیں نے تفتیش کی تو معلوم ہوا کہ اُس مسجد میں بلکہ شہر بھر میں کسی قسم کا ایسا جلسہ یا چندہ نہیں ہوا۔ معاملہ اوّل سے آخر تک فرضی ہے۔ مَیں نے ایس۔ ڈی۔ او سونی پت اور تحصیلدار صاحب سونی پت کو وہ کاغذ دکھائے تو انہوں نے لکھ دیا کہ یہ سارا معاملہ فرضی اور شرمناک ہے۔ غرض وہ کاغذات پھر افسرانِ بالا کے پاس گئے اور معاملہ رفع دفع ہوا۔ مگر اُس تھانہ دار اور کارِ خاص کے رپورٹر سے کسی نے بھی نہ پوچھا کہ تم نے یہ کیا اندھیر کیا! اس معاملہ سے پہلے میرا یہ عقیدہ تھا کہ ؎

تا نہ باشد چیزکے مردم نگویند چیزہا

مگر جب ایسا معاملہ خود میرے ساتھ گزرا تو مَیں نے اپنا عقیدہ تبدیل کر لیا۔

اپنی اولاد کے متعلق دھوکا

ایک لالہ صاحب اپنے لڑکے کو جس کی عمر قریباً پچیس سال کی تھی میرے پاس علاج کے لئے لائے۔ مَیں نے اُن کے بیٹے کو دیکھ کر یہ تشخیص کیا کہ اسے آتشک ہے۔ بڑے لالہ تو سنتے ہی آگ بگولا ہو گئے اور کہنے لگے ڈاکٹر صاحب میرا لڑکا تو ایسی باتوں کو جانتا بھی نہیں معصوم ہے معصوم۔ بالکل کالی گئو ہے۔ مَیں نے پوچھا کنوارہ ہے یا شادی شدہ؟ کہنے لگے بیاہ تو ہو چکا ہے۔ تین بچے بھی ہیں۔ مَیں نے کہا پھر وہ شاید آپ کے ہوں گے کیونکہ یہ بچارا تو ایسی باتوں کو جانتا بھی نہیں معصوم اور کالی گئو ہے۔ اس پر لالہ صاحب جھینپ سے گئے۔ لوگ اپنی اولاد کی برائیوں کو ماننے کے لئے ہرگز تیار نہیں ہوتے۔ اس لئے ناواجب حمایت کی وجہ سے اگلی نسلیں گرتی چلی جاتی ہیں کیونکہ جو بیٹا کہدے وہ پتھر کی لکیر اور جو وہ کرے وہ عملِ صالح۔ گویا جنیدِ وقت اور شبلیٔ دوراں ہے۔ (باقی)

معارف وحقائق کی دولت

(محترم صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب صدر مجلس انصار اللہ مرکزیہ)

مجالس انصار اللہ ضلع نواب شاہ کا پہلا سالانہ اجتماع مورخہ ۱۷ و ۱۸ مارچ سنہ ۱۹۶۲ء محراب پور میں منعقد ہوا تھا۔ اس موقع پر محترم صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب صدر مجلس انصار اللہ مرکزیہ نے مکرم قریشی عبدالرحمٰن صاحب ناظم اعلیٰ مجالس انصار اللہ سابق سندھ و بلوچستان کی درخواست پر انصار اللہ کے نام جو بیش قیمت پیغام ارسال فرمایا اور جو اجتماع کے افتتاحی اجلاس میں پڑھا گیا وہ افادۂ احباب کی غرض سے ذیل میں شائع کیا جا رہا ہے۔

(ادارہ)

برادران! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

گزشتہ سے پیوستہ سال بھی میں باندھی کے اجتماع میں شریک ہونے سے قاصر رہا اور ناظم اعلیٰ مجالس انصار اللہ سابق سندھ بلوچستان کے پیہم اصرار کے باوجود اس سال بھی میں مجلس مشاورت کے قرب اور دیگر مرکزی مصروفیات کی وجہ سے آپ کے اس اجتماع میں شریک نہیں ہو رہا جس کا مجھے افسوس ہے۔ مکرم مولوی ابوالعطاء صاحب قائد اصلاح و ارشاد مجلس انصار اللہ مرکزیہ کو اس اجتماع میں شرکت کے لئے بطور نمائندہ بھجوا رہا ہوں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے کامیاب بنائے اور اس میں شریک ہونے والے جملہ احباب اپنے اندر ایک نمایاں تبدیلی محسوس کریں آمین۔

ہم ناچیز بندوں پر اللہ تعالیٰ کا بے انتہا کرم ہے کہ اس نے ہمیں اس زمانہ کے مامور کو پہچاننے کی سعادت بخشی۔ جو حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد

لوکان الایمان معلّقًا بالثریّا لنالہٗ رجلٌ من ابناء فارس

کے مطابق دنیا میں اس وقت آیا جبکہ دنیا سے اسلام اٹھ چکا تھا۔ فرمانِ نبویؐ کے مطابق وہ موعود مرسل دنیا میں دوبارہ اسلام لایا۔ اور اس نے ہمیں اپنی بیش بہا تصانیف کے ذریعہ اسلام سے از سرِ نو روشناس کرایا۔ علوم سماوی کے ان بیش بہا خزائن کے متعلق حضورؑ فرماتے ہیں:-

"مجھ کو خدا نے بہت سے معارف اور حقائق بخشے اور اس قدر میری کلام کو معرفت کے اسرار سے بھر دیا کہ جب تک انسان خدا تعالیٰ کی طرف سے پورا تائید یافتہ نہ ہو اس کو یہ نعمت

نہیں دی جاتی۔" (انجام آتھم ص۴۹ طبع دوم)

نیز فرماتے ہیں:۔

"مجھے جو دیا گیا ہے وہ محبت کے ملک کی بادشاہت اور معارف الٰہی کے خزانے ہیں جن کو بفضلہ تعالیٰ اس قدر دوں گا کہ لوگ لیتے لیتے تھک جائیں گے۔" (ازالہ اوہام ص۵۶۸ طبع اول)

پس آئیں۔ قرآن مجید اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ ان بیش بہا خزائن سے بھی ہم صحیح رنگ میں فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں جو دراصل انہی کی تفسیر ہیں۔ ہم حضور کی تصانیف کو پوری توجہ اور انہماک کے ساتھ بار بار اور کثرت سے پڑھیں اور ان معارف وحقائق کی دولت سے مالامال ہوں جو حضورؑ نے ان میں بیان فرمائے ہیں۔ تا ہم انکی روشنی میں اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر ایک نئی زندگی حاصل کریں۔ (اللّٰھم آمین) کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

"ایسا ہی یہ عاجز بھی خالی نہیں آیا۔ بلکہ مُردوں کے زندہ ہونے کے لئے بہت سا آبِ حیات خدا تعالیٰ نے اس عاجز کو بھی دیا ہے۔ بے شک جو شخص اس میں سے پئے گا زندہ ہو جائے گا۔ بلاشبہ میں اقرار کرتا ہوں کہ اگر میرے کلام سے مُردے زندہ نہ ہوں اور اندھے آنکھیں نہ کھولیں اور مجذوم صاف نہ ہوں تو میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں آیا۔" (ازالہ اوہام ص۱۸۴ طبع سوم)

اللہ تعالیٰ آپ سب کا حامی و ناصر ہو اور خدمتِ دین کی توفیق عطا کر کے اپنی رضا کے عطر سے ممسوح کرے

آمین۔ والسلام

دستخط

(مرزا ناصر احمد)

صدر مجلس انصار اللہ مرکزیہ ربوہ ۶۲/۳/۱۴

"میری قلم خواہشات کی ناپاکیوں سے بچائی گئی ہے اور مولیٰ کو راضی کرنے کے لئے تراشی گئی ہے اور میرے قلم کا نیک اثر باقی رہے گا۔"

(اردو ترجمہ از "اعجاز المسیح" ص۱۹۶ طبع اول)

حضرت مسیح موعودؑ کا ایک عظیم الشان کارنامہ — کسرِ صلیب

(از محترم مولانا جلال الدین صاحب شمس)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیشگوئی کہ مسیح موعود کسرِ صلیب کرے گا اپنے اندر ایک اعجازی رنگ رکھتی ہے۔ تاریخِ اسلامی شاہد ہے کہ تمام صحابہؓ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طبعی وفات کے قائل تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر آیت وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل کی بناء پر تمام صحابہؓ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے آنیوالے تمام انبیاء کی وفات پر اجماع ہوا۔ پھر آپ کے خلفاء راشدین کے زمانہ میں ظاہری لحاظ سے بھی عیسائی حکومتیں اسلام سے مغلوب ہو گئیں۔ اُس وقت بظاہر کوئی یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ کوئی زمانہ ایسا بھی آجائے گا جب عیسائی قومیں غالب اور مسلمان حکومتیں مغلوب ہو جائیں گی اور عیسائی تو عیسائی خود مسلمان حضرت عیسیٰؑ کے بارہ میں عیسائیوں کے عقیدہ سے مشابہ عقیدہ اختیار کریں گے یعنی یہ کہ وہ آسمان پر چڑھ گئے تھے اور دو ہزار سال سے بغیر اکل و شرب الآن کما کان کے مصداق آسمان پر تشریف فرما ہیں اور آخری زمانہ میں آسمان سے نازل ہوں گے اور وہ اس عقیدہ کو اپنے ایمان کا ایسا حصہ سمجھیں گے کہ حضرت عیسیٰؑ کی وفات کے قائل کو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دیں گے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ علم دیا گیا کہ آخری زمانہ میں نصرانیت کا غلبہ ہوگا اور صلیبی عقیدہ کی دنیا بھر میں اشاعت کی جائے گی اور یہ خیال کیا جانے لگے گا کہ دنیا کا آئندہ مذہب صلیبی مذہب یعنی عیسائیت ہوگا۔ تب اُس کا مسیح موعود ظاہر ہوگا جو دلائل و براہین کی رو سے صلیبی عقیدہ کو پاش پاش کر دیگا اور اسلام کا تمام مذاہب پر غلبہ ظاہر کریگا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے مطابق عین اُس وقت جبکہ عیسائیت کے مشن ہندوستان میں جابجا قائم تھے اور شہروں اور دیہاتوں کے گلی کوچوں میں عیسائی مناد ربنا المسیح ربنا المسیح کی صدا بلند کر رہے تھے اور ان کا منہ توڑ جواب دینے سے تمام مذاہب عاجز تھے۔ اللہ تعالیٰ نے مسیح موعودؑ کو کسرِ صلیب کا معجزہ دکھانے کے لئے مبعوث فرمایا۔ آپ فرماتے ہیں:-

"مسیح کے نام پر یہ عاجز بھیجا گیا تا صلیبی اعتقاد کو پاش پاش کر دیا جائے۔ سو مَیں صلیب کے توڑنے اور خنزیروں کے قتل کرنے کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ مَیں آسمان سے اترا ہوں ان پاک فرشتوں کیساتھ جو میرے دائیں بائیں ہیں۔۔۔۔ اور ان کے ہاتھ میں بڑی بڑی گرزیں ہیں جو صلیب توڑنے اور

مخلوق پرستی کی ہیکل کچلنے کے لئے دیئے گئے ہیں۔" (فتح اسلام ص۱)

کسر صلیب سے مراد

کسر صلیب کے معنے پہلے ربّانی علماء بھی یہی کرتے تھے کہ اس سے مراد صلیبی مذہب کا دلائل سے ابطال ہے چنانچہ علامہ بدرالدین العینی شارح بخاری لکھتے ہیں:-

"اللہ تعالیٰ کے فیض سے مجھ پر یہ بات منکشف ہوئی ہے کہ کسر صلیب سے مراد نصاریٰ کے جھوٹ کا اظہار ہے کیونکہ وہ اس بات کے مدعی ہیں کہ مسیح صلیب پر مارے گئے تھے۔"

(عینی شرح بخاری جلد ۵ ص۵۸۴ ترجمہ از عربی عبارت)

کسر صلیب کے اس مفہوم کو لیکر کوئی عقلمند غیر متعصب شخص اس بات کا انکار نہیں کر سکتا کہ اللہ تعالیٰ کے بطل جلیل حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جس رنگ میں از روئے دلائل و براہین عقیدہ صلیبی کی تردید کی اس کی نظیر گذشتہ تیرہ سو سال میں نہیں پائی جاتی۔

عیسائیت کی بنیاد صلیبی عقیدہ پر ہے

صلیبی عقیدہ یعنی یہ کہ مسیحؑ صلیب پر مر کر اور تین دن جہنم میں سزا بھگت کر پھر زندہ ہو کر آسمان پر چلے گئے اور لوگوں کے گناہوں کا کفارہ ہو گئے موجودہ عیسائیت کا بنیادی عقیدہ ہے۔ پولوس اپنے خط کرنتھیوں ۱۵/۱۴ میں لکھتا ہے:-

"اگر مسیح (صلیب پر مر کر) نہیں جی اٹھا تو ہماری منادی بھی بے فائدہ ہے اور تمہارا ایمان بھی بے فائدہ بلکہ ہم خدا کے جھوٹے گواہ ٹھہرے کیونکہ ہم نے خدا کی بابت گواہی دی کہ اُس نے مسیح کو جلا دیا حالانکہ نہیں جلایا۔"

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس عقیدہ کی ایسے طور سے دھجیاں بکھیریں اور صلیب کو ایسے طور سے پاش پاش کیا کہ اس کے جڑنے کی اب کوئی صورت باقی نہیں رہی۔ آپ نے قرآن مجید کی رو سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طبعی وفات متعدد آیات سے ایسے رنگ میں ثابت کی کہ ایک مسلمان کے لئے یہ ممکن نہیں کہ وہ قرآن مجید کی ان آیات پر سنجیدگی متانت اور اخلاص سے غور کرے اور مسیح علیہ السلام کی وفات کا قائل نہ ہو۔ اور جو مسلمان اس بات کے قائل تھے کہ مسیحؑ صلیب پر نہیں لٹکایا گیا تھا بلکہ وہ اس وقت بذریعہ فرشتہ آسمان پر اٹھا لیا گیا تھا ان کے قول کی تردید آپ نے ایک تو ان آیات قرآنیہ سے کی جو مسیحؑ کی وفات پر مشتمل ہیں دوسرے مسیحؑ کے صلیب پر لٹکائے جانے اور اس پر زندہ اتارے جانے کی دلیل میں آپ نے اس قبر کو پیش کیا جو یروشلم میں ہے اور جس میں مسیحؑ صلیب پر سے اتارے جانے کے بعد رکھے گئے تھے۔ آپ نے فرمایا آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ لعن اللہ الیھود والنصاریٰ اتخذوا قبور انبیائھم مساجد۔ یعنی یہود اور نصاریٰ پر خدا کی لعنت ہے جنہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو مساجد یعنی سجدہ گاہ بنالیا اور ان کی پرستش شروع کی۔ اب ظاہر ہے کہ نصاریٰ بنی اسرائیل کے دوسرے نبیوں کی قبروں کی ہرگز پرستش نہیں کرتے بلکہ وہ تمام انبیاء کو گنہگار اور مرتکب صغائر و کبائر خیال کرتے ہیں۔ البتہ یروشلم میں حضرت عیسیٰؑ کی قبر جو کنیسۃ القیامہ میں ہے جس میں وہ صلیب پر سے اتارے جانے کے بعد رکھے گئے تھے پرستش کی جاتی ہے اور ہزارہا عیسائی ہر سال اس قبر پر جمع ہوتے ہیں۔ اگر یہ تسلیم کیا جائے کہ اس قبر کو حضرت عیسیٰؑ سے کچھ تعلق نہیں تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول صادق نہیں ٹھہرے گا اور یہ ممکن نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسی مصنوعی قبر کو جو محض جعلسازی کے طور پر بنائی گئی نبی کی قبر قرار دیں۔ کیونکہ آپ کی شان سے یہ بعید ہے کہ جھوٹ کو واقعاتِ صحیحہ کے محل پر استعمال کریں۔ پس دو ہی صورتیں ہیں یا تو کسی اور نبی کی قبر بتائی جائے جس کی عیسائی پرستش کرتے ہوں یا تسلیم کیا جائے کہ یروشلم میں جو قبر ہے وہ وہی قبر ہے جس میں مسیحؑ صلیب پر سے اتارے جانے کے بعد مجروح ہونے کی حالت میں رکھے گئے تھے۔ اس صورت میں مسیحؑ کے آسمان پر جانے کی تمام روایات کو غلط ماننا ہوگا پس صحیح بخاری کی اس حدیث سے یہ عقیدہ کہ مسیح صلیب کے وقت آسمان پر اٹھائے گئے تھے قطعی طور پر غلط ثابت ہوتا ہے۔

تائیدی ثبوت

پھر آپ نے اس بات کے ایک نہایت زبردست تائیدی ثبوت کے طور پر "مرہم عیسیٰ" کو پیش کیا جو زخموں اور جراحتوں نیز زخموں کے نشان معدوم کرنے کے لئے نہایت نافع ہے۔ انجیل سے یہ ظاہر ہے کہ واقعہ صلیب کے بعد جب مسیحؑ اپنے حواریوں سے ملے اور انہوں نے اُسے ایک روح خیال کیا تو اس نے ان سے گھبراہٹ اور شک کو دور کرنے کے لئے اپنے زخمی ہاتھ پاؤں دکھائے اور ان سے کہا:-

"مجھے چھو کر دیکھو کیونکہ روح کے گوشت اور ہڈی نہیں ہوتی جیسا کہ مجھ میں دیکھتے ہو اور یہ کہہ کر اُس نے اپنے ہاتھ اور پاؤں دکھائے۔" (لوقا $\frac{۲۴}{۴۰-۳۹}$)

"اور اس نے اپنے ہاتھوں اور پسلی کو انہیں دکھایا .... اور توما سے کہا انگلی پاس لاکر میرے ہاتھوں کو دیکھ اور اپنا ہاتھ پاس لاکر میری پسلی میں ڈال۔" (یوحنا $\frac{۲۰}{۲۷،۲۰}$)

پس مسیح جب قبر سے نکلے تو وہ زخمی جسم کے ساتھ تھے۔ اگر عیسائیوں کا یہ خیال صحیح ہوتا کہ یسوع مسیح نئے سرے سے زندہ ہوا اور یہ دوسرا جسم جلالی تھا جو آسمان پر اٹھایا گیا تو اس جلالی جسم پر صلیب کے زخموں کے نشان نہ پائے جاتے الغرض انجیل سے یہ ثابت ہے کہ قبر سے مسیح پہلے مادی زخمی جسم کے ساتھ نکلے اور ان کے زخموں کے اچھا کرنے کے لئے ان کے حواریوں نے ایک مرہم بنائی جو مرہم حوارین اور مرہم رسل اور مرہم عیسیٰ کے نام سے معروف ہے اور طب کی

گئی کتابوں میں مذکور ہے۔ دراصل یہ نسخہ عیسائیوں کی پرانی قرابادینوں میں تھا جو یونانی میں تالیف ہوئی تھیں پھر ہارون اور مامون کے عہد میں وہ کتابیں عربی میں ترجمہ ہوئیں۔ ان میں سے ڈاکٹر حنین کی بھی ایک کتاب ہے جو ایک پرانا عیسائی طبیب ہے اور بہت سے عیسائیوں اور مجوسیوں کی کتابیں ہیں جو ان پرانی یونانی اور رومی کتابوں سے ترجمہ ہوئی ہیں جو حضرت عیسیٰ کے زمانہ کے قریب ہی تالیف ہوئی تھیں اور مسلم طبیبوں نے یہ نسخہ عیسائی کتابوں سے ہی نقل کیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتابوں میں ان کتب میں سے چند کے اسماء لکھے ہیں اور "قرابادین قادری" چونکہ عام طور پر طبیبوں کے پاس ہوتی ہے اس لئے اس کی مندرجہ ذیل اصل عبارت بھی نقل کر دی ہے:۔

"مرہم حوارین کہ مسمی است بمرہم سلیخا و مرہم رسل و آنرا مرہم عیسیٰ نیز نامند۔ واجزائے این نسخہ دوازدہ عدد است کہ حوارین جہت عیسیٰ علیہ السلام ترکیب کردہ برائے تحلیل اورام وخنازیر وطواعین وتنقیہ جراحات گوشت فاسد وساخ وجہت رویانیدن گوشت تازہ سودمند۔"

(قرابادین قادری باب بستم امراض جلد)

شیخ بوعلی سینا کے قانون میں سلیخا کی بجائے شلیخا لکھا ہے معلوم ہوتا ہے کہ یہ عبرانی یا یونانی کا لفظ ہے جس کے معنے بارہ کے ہیں۔ اس مرہم کا نام مرہم حوارین اور مرہم رسل اور بارہ کی تعداد اس امر کی واضح دلیل ہیں کہ یہ مرہم حواریوں نے جو تعداد میں بارہ تھے اور مسیح کے رسولوں کے نام سے ملقب تھے انہی زخموں کے لئے بنائی تھی جو صلیب کے نتیجہ میں ہوئے تھے۔ کیونکہ لفظ حواری اور رسول انہیں کو دیا گیا جو مسیح پر ان کے دعویٰ نبوت اور مسیحیت کے بعد ان پر ایمان لائے تھے اور نبوت کے تین سال کے عرصہ میں مسیح علیہ السلام کو صلیبی زخموں کے علاوہ اور کوئی ایسا زخمی ہونے کا حادثہ پیش نہیں آیا جو یہ کہا جائے کہ یہ مرہم ان زخموں کے اندمال اور ورم کو دور کرنے کے لئے حواریوں نے بنائی تھی۔

پس یہ مرہم بھی ایک قطعی ثبوت ہے اس بات کا کہ مسیح علیہ السلام صلیب پر لٹکائے گئے تھے مگر اس سے زندہ اتارے گئے اور صلیب پر لٹکائے جانے کے نتیجہ میں ہاتھ اور پاؤں اور پسلی میں جو زخم آئے تھے ان کے اندمال کے لئے یہ مرہم تیار کی گئی تھی۔

صلیب پر سے زندہ اتارے جانے کا ثبوت اناجیل سے

قرآن مجید نے وما قتلوہ یقیناً کہہ کر عیسائیوں کے مسیح کی صلیبی موت کے عقیدہ کو رد کر دیا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے عیسائیوں پر اتمام حجت کرنے کے لئے اناجیل سے اس امر پر ناقابل تردید دلائل پیش کئے چنانچہ ان میں سے دو ثبوت ایسے پیش کرتا ہوں جن کی طرف صرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے رہنمائی کی۔

ثبوت اوّل:۔ جب فقیہی اور فریسیوں نے مسیح سے نشان کا مطالبہ کیا تو آپ نے فرمایا:۔

"یونس نبی کے نشان کے سوا کوئی اور نشان ان کو نہ دیا جائے گا۔ کیونکہ جیسے یونس تین رات دن مچھلی کے پیٹ میں رہا۔ ویسے ہی ابن آدم تین رات دن زمین کے اندر رہے گا" (متی ۱۲/۴۰)

اور یونہ یعنی یونس نبی کی کتاب میں جو کتب عہد نامہ قدیم میں شامل ہے صاف لکھا ہے کہ یونس مچھلی کے پیٹ میں زندہ داخل ہوا زندہ رہا اور زندہ نکلا تھا زیادہ سے زیادہ اگر کچھ ہوا تو بیہوشی اور غشی تھی اور مسیح فرماتے ہیں کہ زمین یعنی قبر میں میری حالت وہی ہوگی جو یونس کی مچھلی کے پیٹ میں ہوئی تھی۔ گویا حضرت مسیح نے یہ پیشگوئی کی تھی کہ وہ زندہ قبر میں داخل ہوں گے اور اس میں زندہ رہیں گے اور زندہ نکلیں گے اور صلیب پر ان کی لعنتی موت نہ ہوگی بلکہ یونس کی طرح صرف غشی کی حالت ہوگی۔ پھر جیسے یونس کے مچھلی کے پیٹ سے زندہ نکلنے کے بعد ان کی قوم نے انہیں قبول کیا۔ اسی طرح مسیح نے اپنے آپ کو یونس نبی سے مشابہت دینے میں اس طرف بھی اشارہ کیا تھا کہ وہ قبر سے نکل کر پھر اپنی گمشدہ بھیڑوں سے ملے گا اور یونس کی طرح قوم میں عزت پائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا مسیح قبر سے نکلنے کے بعد دوسری گمشدہ بھیڑوں کی طرف گیا جو کشمیر وغیرہ میں آباد تھیں اور انہوں نے اسے قبول کیا اور یونس کی طرح اپنی قوم میں عزت پائی۔ اگر یہ تسلیم کیا جائے کہ وہ صلیب پر مر گئے تھے اور قبر میں بھی مردہ ہونے کی حالت میں رکھے گئے اور قبر میں مُردہ ہونے کی حالت میں رہے تو یونس سے ان کی ہرگز مشابہت نہیں ہو سکتی کیونکہ زندہ کو مُردہ سے کیا مشابہت اور کیا مناسبت۔ پس مسیح کی صلیبی موت کو تسلیم کرنے سے ان کی یہ پیشگوئی جس میں انہوں نے صلیبی حالت کے بعد کی حالت کو یونس کی حالت سے مشابہ ہونا قرار دیا ہے غلط ثابت ہوتی ہے اور یہی وہ نشان تھا جس پر مسیح نے حصر کیا تھا۔ اس لئے لازماً ماننا پڑتا ہے کہ مسیح درحقیقت صلیب پر مرے نہیں تھے بلکہ یونس کی طرح زندہ زمین کے پیٹ میں داخل ہوئے اور زندہ رہے اور زندہ زمین کے پیٹ سے نکلے۔

دوسرا ثبوت :- انجیل متی میں لکھا ہے :-

"اور قبریں کھل گئیں اور بہت لاشیں پاک لوگوں کی جو آرام میں تھیں اٹھیں اور اس کے اُٹھنے کے بعد (یعنی مسیح کے قبر سے اُٹھنے کے بعد) قبروں میں سے نکل کر اور مقدس شہر میں جا کر بہتوں کو نظر آئیں" (متی ۲۷/۵۲)

ظاہر ہے کہ اگر متی کے اس بیان کو تاریخی واقعہ کے طور پر لیا جائے تو یہ ایک ایسا واقعہ تھا جس کی نظیر دنیا میں نہ اس سے پہلے کبھی پائی گئی اور نہ بعد میں۔ اور یہ ایک قیامت کا نمونہ تھا اور اس صورت میں یہ ضروری تھا کہ اس کا ذکر کتب تواریخ میں پایا جاتا۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اس واقعہ کا ذکر متی کے سوا باقی کسی انجیل نویس نے بھی نہیں کیا۔ اور پھر اس کو ظاہری واقعہ تسلیم کرنے پر کئی اعتراضات وارد ہوتے ہیں کہ یہ مقدس اور بزرگ ہستیاں جو قبروں سے نکل کر شہر میں داخل ہوئیں اور بہتوں کو دکھائی دیں وہ کون کون تھے۔ اور انہوں نے پہننے کے کپڑے کہاں سے لئے۔ یا ننگ دھڑنگ

شہر میں داخل ہو گئے۔ اور نیز وہ سارے مرد تھے یا عورتیں بھی تھیں۔ پھر آیا انہوں نے شہر میں داخل ہو کر اپنے رشتہ داروں کے متعلق دریافت کیا تو کیا جواب ملا۔ آیا مردوں نے اپنی بیویوں کے متعلق اور عورتوں نے اپنے خاوندوں کے متعلق کوئی دعویٰ کیا یا نہ کیا۔ اور یا ان سے دیکھنے والوں نے کوئی سوالات کئے یا نہ کئے اگر کئے تو انہوں نے کیا جوابات دئے اور پھر آخر کار وہ گئے کدھر۔ کیونکہ انجیل یہ نہیں بتاتی کہ وہ پھر قبروں میں واپس گئے ہوں۔ پس اسے ظاہری واقعہ ماننے سے اس قسم کے بیسیوں سوالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے جس کا کوئی جواب نہیں۔ اور ماننا پڑتا ہے کہ یہ ایک لغو کہانی ہے جو انجیل نویس نے لکھدی ہے مگر حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے اس کی اصل حقیقت بیان کی جو دو ہزار سال سے مخفی چلی آتی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ یہ ایک کشفی امر تھا جو صلیب کے واقعہ کے بعد بعض پاک دل لوگوں نے خواب کی طرح دیکھا تھا کہ گویا مقدس مردے زندہ ہو کر شہر میں آگئے ہیں اور لوگوں سے ملاقاتیں کرتے ہیں اور اس خواب کی جو اُس وقت کے بعض ہدیقوں نے مسیحؑ کے قبر سے نکلنے کے بعد دیکھی یہ تعبیر تھی کہ مسیح صلیب پر مرا نہیں اور خدا نے اس کو صلیب کی موت سے نجات دیدی اور یہ تعبیر ہم اپنے پاس سے نہیں کرتے بلکہ امام فن تعبیر صاحب تعطیر الانام نے یہی تعبیر کی ہے وہ لکھتے ہیں:-

"من رای ان الموتی وثبوا من قبورھم ورجعوا الی دورھم فانہ یطلق من فی السجن۔" (تعطیر الانام مصنفہ الشیخ عبد الغنی النابلسی صفحہ ۲۸۹)

یعنی اگر کوئی یہ خواب دیکھے یا کشفی طور پر مشاہدہ کرے کہ مردے قبروں سے نکل آئے اور اپنے گھروں کی طرف آئے تو اس کی یہ تعبیر ہے کہ ایک قیدی جو شان و عظمت رکھتا ہو گا قید سے رہائی پائے گا اور ظالموں کے ہاتھ سے اس کو مخلصی حاصل ہو گی۔

اب دیکھو یہ تعبیر کیسی معقولی طور پر حضرت مسیح علیہ السلام پر صادق آتی ہے اور فی الفور سمجھ آجاتا ہے کہ اسی اشارہ کے ظاہر کرنے کے لئے فوت شدہ راستبازوں زندہ ہو کر شہر میں داخل ہوتے نظر آئے تا اہل فراست سمجھ لیں کہ حضرت مسیح صلیبی موت سے بچائے گئے اور وہ اس قبر سے نکل گئے جس میں وہ یہودیوں کے پاس ایک قیدی کی طرح تھے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس نظریہ کے ۱۸۹۵ء میں پیش کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اور بہت سے ثبوت مسیح کے صلیبی موت سے نجات پانے اور صلیب سے زندہ اتارے جانے کے حق میں پیدا کر دئے ہیں اور اس وقت غیر متعصب عیسائی طبقہ بھی اس نظریہ کو صحیح ماننے لگ گیا ہے اور اس کی تائید میں کتابیں لکھی جا رہی ہیں۔ مثلاً سڈنی کے ایک جج مسٹر ڈاکر نے اپنی کتاب If Jesus did not die on The Cross میں یہی ثابت کیا ہے کہ مسیح صلیب پر نہیں مرے تھے بلکہ زندہ اتارے گئے تھے۔ اور وہ زمانہ دور نہیں جبکہ مسلمان اور عیسائی اپنے اپنے عقیدہ کو خیرباد کہہ کر حضرت عیسیٰؑ کی طبعی وفات کے قائل ہوں گے اور صلیبی عقیدہ کا دنیا میں نام و نشان نہ رہیگا اور کاسر صلیب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کو قبول کریں گے جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے ؎ وہ گھڑی آتی ہے جب عیسیٰ پکاریں گے مجھے ٭ اب تو تھوڑے رہ گئے دجّال کہلانے کے دن ٭

بُنیانٌ مرصوص

(مکرم پروفیسر شیخ محبوب عالم صاحب خالد ایم۔اے)

(۱)

اسلامی معاشرہ کی اساس باہم اخوت و محبت پر ہے اس معاشرہ میں جملہ افراد کی باہمی وابستگی و دلبستگی اس سے کہیں زیادہ استوار ہوتی ہے جتنی کہ خونی رشتوں میں دو قریب ترین رشتہ داروں میں باہم ممکن ہے۔ اسی محبت و اخوت کی بدولت قرون اولیٰ میں ملتِ اسلامیہ ایک عدیم المثال بُنیان مرصوص تھی جس کا ہر فرد دوسرے فرد سے گہری وابستگی رکھتا، ایک کا رنج دوسرے کا رنج اور ایک کی خوشی دوسرے کی خوشی ہوتی۔ یہی جذبہ انہیں ہمیشہ متفق و متحد رکھتا اور اسی کے نتیجہ میں تمام ملت یکجائی طور پر ایک واحد مقصد کے حصول کے لئے ہر وقت کوشاں رہتی۔ مسلمانوں کے نظریات اور ان کی مساعی میں یکجہتی اور ہم آہنگی ان کی صفوں میں انتشار پیدا نہ ہونے دیتی۔ اسی کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہر میدان میں فائز اور پیشِ نظر ہر مقصد میں ہمیشہ کامیاب رہتے۔ یکجہتی اور ہم آہنگی خدا تعالیٰ کی ایک بہت بڑی نعمت تھی جو اس کے بے انتہا فضلوں کی جاذب اور ہر میدان میں ان کی کامیابی کی ضامن تھی۔

باہم اخوت و محبت کے جذبات میں گہرائی اور گیرائی جبر و تحکم، تکلّف و تصنع اور اسی قسم کے دیگر سطحی ذرائع اور اسباب اختیار کرنے سے پیدا نہیں ہو سکتی۔ محبت کا تعلق دل سے ہے اور دلی تعلق جذبات کی گہرائی پر مبنی ہوتا ہے، جبکہ ایک ایسا تعلق جس کی بنا محض تکلّف پر ہو نقش بر آب ثابت ہوتا ہے۔ باہم تعلق خاطر اور دلوں کی یہ وابستگی خدا کا احسانِ عظیم ہے۔ اسی کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا
وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ
اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ
بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا۔ (آل عمران ع ۱۱)

اور تم سب (کے سب) اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے پکڑے رکھو اور پراگندہ مت ہو اور اللہ کا احسان جو (اس نے) تم پر کیا ہے یاد کرو کہ جب تم (ایک دوسرے کے) دشمن تھے اس نے تمہارے دلوں میں اُلفت پیدا کر دی جس کے نتیجہ میں تم اس کے احسان سے بھائی بن گئے۔

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے مطابق قومی اُمور میں باہم اتحاد و اتفاق اور یکجہتی و ہم آہنگی بہت بڑی نعمت ثابت ہوتی ہے جس کے بغیر ملی مقاصد میں کامیابی ناممکن ہوتی ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تمہیں اس کی قدر پہچاننی چاہیئے اور اس عظیم نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیئے۔

(۲)

تاریخ شاہد ہے کہ جب تک مسلمانوں میں یہ احساس قائم رہا کہ باہمی اتحاد و اتفاق ایک بہت بڑی نعمت ہے جسے قومی ترقی اور کامیابی کے لئے ہر قیمت پر قائم رکھنا ضروری ہے اُس وقت تک اُن میں یکرنگی اور یگانگت قائم رہی۔ وہ خدا کے فضل سے ہر مشکل پر عبور حاصل کرتے اور ہر میدان میں بڑھتے چلے گئے۔ مگر جونہی اللہ تعالیٰ کا یہ حکم نظر انداز کر دیا گیا کہ وَلَا تَفَرَّقُوْا اور معمولی معمولی باتوں میں آپس میں اختلافات کا آغاز ہوا ان میں تنزل شروع ہو گیا۔ اور جس برق رفتاری سے وہ اُس وقت تک ترقی پذیر رہے تھے اس سے کہیں زیادہ تیز رفتاری اور سرعت کے ساتھ انہوں نے ذلت و ادبار اور زوال و انحطاط کی منازل طے کرنا شروع کر دیں۔ یہاں تک کہ وہی ملتِ اسلامیہ جس کے ڈر سے کبھی قیصر و کسریٰ تک کانپ اُٹھتے تھے۔ انحطاط کے اس دور میں دوسری قوموں کیلئے باعثِ عبرت بن گئی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

(۳)

اسلام کی نشأۃِ ثانیہ کے اس دور کے متعلق حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں پیشگوئی فرمائی تھی کہ:-

لوکان الایمان معلّقاً بالثریّا لنالہٗ رجلٌ من ابناء فارس۔

یعنی اس آخری زمانہ میں جبکہ اسلام دنیا سے مٹ چکا ہوگا اور مسلمان کہلانے والے محض نام کے مسلمان ہوں گے ایک مردِ مجاہد کے طفیل انشاء اللہ پھر سے دنیا میں اسلام قائم کیا جائے گا۔ اس موعود کی برکت سے جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی سلام بھیجا۔ وہ نظارہ آنکھوں کے سامنے ایک دفعہ پھر ہوگا جبکہ ایک نقطۂ مرکزی پر جمع ہو کر مسلمان پھر اسلام کا جھنڈا اقصائے عالم میں بلند کرنے کے قابل ہوں گے۔ اس طرح کہ تھوڑے ہی عرصہ میں چاردانگ عالم میں اللہ اکبر کی آواز سنائی دینے لگے گی اور دنیا کے چپہ چپہ پر حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے والے پیدا ہو جائیں گے۔ انشاء اللہ

(۴)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بھی اللہ تعالیٰ نے مخاطب ہوتے ہوئے الہاماً فرمایا:-

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ۔ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ ۔ (تذکرہ ص۹۰)

محمد خدا کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں ۔ وہ کفار کا ڈٹ کر مقابلہ کرتے ہیں مگر باہم ایک دوسرے سے نہایت نرمی اور محبت کا سلوک کرتے ہیں۔

یہ آیت شریفہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی تھی اور اب حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر اس کا الہاماً دوبارہ نزول اس امر کی نشاندہی کرتا ہے کہ وابستگانِ احمدیت کو اللہ تعالیٰ پھر یاد دلانا چاہتا ہے کہ انہیں ہمیشہ باہم ایک دوسرے سے نرمی سے پیش آنا چاہیئے اور باہمی اتحاد و اتفاق کو ہر قیمت پر قائم رکھنا چاہیئے تا یک جہتی اور ہم آہنگی کی بدولت وہ اللہ کے فضل سے اس مقصد پر پوری توجہ مرتکز کر سکیں جو ان کے پیش نظر ہے یعنی اعلائے کلمۃ اللہ اور چار دانگِ عالم میں اسلام کی اشاعت و تبلیغ۔

اسی امر کے متعلق حضور علیہ السلام کے ایک اور الہام میں بھی تاکید کی گئی ہے کہ :۔

خُذُوا الرِّفْقَ ۔ اَلرِّفْقَ ۔ فَاِنَّ الرِّفْقَ رَأْسُ الْخَیْرَاتِ ۔ (تذکرہ ص۴۰۹)

باہم ایک دوسرے سے ہمیشہ نرمی اور محبت سے پیش آؤ۔ کیونکہ نرمی اور رفق تمام نیکیوں کا سرچشمہ ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی اس امر پر خاص طور پر زور دیا ہے کہ ہم ضبط و تحمّل سے کام لیتے ہوئے ہر قیمت پر باہم اتفاق و اتحاد کو قائم رکھیں اور آپس میں کسی قسم کے اختلافات پیدا ہونے نہ دیں تا اسلام کی نشاۃِ ثانیہ کا عظیم مقصد آنکھوں سے اوجھل ہونے نہ پائے ۔ چنانچہ اس سلسلہ میں حضور علیہ السلام احبابِ جماعت سے خطاب فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں :۔

"جماعت کے باہم اتفاق و اتحاد پر میں پہلے بہت دفعہ کہہ چکا ہوں کہ تم باہم اتفاق رکھو اور اجتماع کرو ۔ خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہی تعلیم دی تھی کہ تم وجودِ واحد رکھو ورنہ ہوا نکل جائے گی ۔ نماز میں ایک دوسرے کے ساتھ جُڑ کر کھڑے ہونے کا حکم اسی لئے ہے کہ باہم اتحاد ہو ...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آپس میں محبت کرو ۔ میں نصیحت کرتا ہوں اور کہنا چاہتا ہوں کہ آپس میں اختلاف نہ ہو۔

میں دو ہی مسئلے لیکر آیا ہوں ۔ اوّل خدا کی توحید کو اختیار کرو ۔ دوسرے آپس میں محبت اور ہمدردی ظاہر کرو ۔ وہ نمونہ دکھاؤ کہ غیروں کے لئے کرامت ہو ۔ یہی دلیل تھی جو صحابہؓ میں پیدا ہوئی تھی ۔ کُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِکُمْ ۔ یاد رکھو تالیف ایک اعجاز ہے ۔ یاد رکھو جب تک تم میں سے ہر ایک ایسا نہ ہو کہ جو اپنے لئے پسند کرتا ہے وہی اپنے بھائی

کے لئے پسند کرے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔" (ملفوظات جلد دوم صفحہ ۴۸)

نیز فرماتے ہیں :-

"آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ عزت سے پیش آؤ۔ ہر ایک اپنے آرام پر اپنے بھائی کے آرام کو ترجیح دیوے۔ (ملفوظات جلد اول صفحہ ۲۶۷)

اسی طرح حضورؑ فرماتے ہیں :-

"تم آپس میں اخوت اور محبت پیدا کرو اور درندگی اور اختلاف کو چھوڑ دو۔"

(ملفوظات جلد اول صفحہ ۲۶۶)

اور مزید تاکید کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

"ہر ایک آپس کے جھگڑے اور جوش اور عداوت کو درمیان سے اٹھا دو۔"

(ملفوظات جلد اول صفحہ ۲۶۷)

مگر جو لوگ ان ارشادات کو مدنظر نہیں رکھتے اور معمولی معمولی باتوں پر لڑنا جھگڑنا شروع کر دیتے ہیں اور اس طرح باہمی اتحاد کو نقصان پہنچا کر اشاعتِ اسلام کے کام میں روک بنتے ہیں انہیں تنبیہہ کرتے ہوئے حضور علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"میں ایسے تمام لوگوں کو جماعت سے الگ کر دوں گا جو اپنے جذبات پر قابو نہیں پا سکتے اور باہم محبت اور اخوت سے نہیں رہ سکتے۔ جو ایسے ہیں وہ یاد رکھیں کہ وہ چند روزہ مہمان ہیں جب تک کہ عمدہ نمونہ نہ دکھائیں۔ میں کسی کے سبب سے اپنے اوپر اعتراض لینا نہیں چاہتا۔ ایسا شخص جو میری جماعت میں ہو کر میرے منشاء کے موافق نہ ہو وہ خشک ٹہنی ہے۔ اس کو اگر باغبان کاٹے نہیں تو اور کیا کرے ...... پس ڈرو میرے ساتھ وہ نہ رہے گا جو اپنا علاج نہ کرے گا۔" (ملفوظات جلد دوم صفحہ ۴۹)

اللہ تعالیٰ ہماری کمزوریوں کی پردہ پوشی فرمائے اور ہمیں باہم محبت و الفت اور اتحاد و اتفاق کی عظیم نعمت کی حقیقی طور پر قدر پہچاننے کی توفیق دے۔ تا ہم حضور علیہ السلام کے ان ارشادات پر عمل پیرا ہوں۔ اور یک جہتی اور ہم آہنگی کی بدولت خدا تعالیٰ کے فضل سے یقیم الشریعۃ ویحیی الدین (تذکرہ صفحہ ۲۷۸) کے ان عظیم مقاصد کو حاصل کر سکیں جو حضور علیہ السلام کو عزیز تھے اور جن کے حصول کیلئے اللہ تعالیٰ نے حضورؑ کو مبعوث فرمایا تھا۔ آمین۔

وما توفیقنا الا باللہ العلی العظیم

دُعا سے بڑے بڑے انقلاب پیدا ہو جاتے ہیں

بلاشبہ دُعا زمین سے لیکر آسمان تک اپنا اثر رکھتی ہے

مسیح پاک علیہ السلام کا ایک گرانقدر مکتوب

قبل ازیں ہم ماہنامہ "انصار اللہ" میں امام الزمان سیّدنا حضرت مسیحِ پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اُن گراں قدر مکتوبات میں سے بعض مکتوبات ہدیۂ ناظرین کر چکے ہیں جن میں حضورؑ نے علی الخصوص دُعا کے فلسفے، اس کی اہمیت اور اس کی عظیم الشان برکات پر نہایت مسحور کن پیرائے میں روشنی ڈالی ہے۔ دلوں کو نورِ یقین سے پُر کر دینے والے حضور علیہ السلام کے یہ پُر معارف خطوط ایک بیش بہا خزانے کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کے بغور مطالعہ سے انسان حقائق و معارف اور ایمان و یقین کی دولت سے مالا مال ہوئے بغیر نہیں رہتا۔ اثر و جذب میں ڈوبے ہوئے ایسے ہی مکتوبات میں سے ایک اور گراں قدر مکتوب ہم ذیل میں ہدیۂ احباب کرتے ہیں۔ یہ مکتوب حضور علیہ السلام نے اپنے ایک نہایت ہی مخلص اور فدائی صحابی حضرت سیٹھ عبدالرحمٰن صاحب مدراسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام ان کے ایک خط کے جواب میں ۳ر اکتوبر ۱۸۹۸ء کو رقم فرمایا تھا۔ وھو ھذا:۔

حضور علیہ السّلام کا مکتوب گرامی

"مخدومی مکرمی اخویم سیٹھ صاحب سلمہٗ

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

عنایت نامہ پہنچا۔ جو کچھ آپ نے لکھا ہے آپ کے صدق و اخلاص پر قوی نشانی ہے۔ مَیں نے جو خط لکھا تھا اس کے لکھنے کے لئے یہ تحریک پیدا ہوئی تھی جو چند ہفتے ہوئے ہیں مجھے الہام ہُوا تھا غثم لہ۔ دفع الیہ من مالہ دفعۃً۔ اس میں تفہیم یہ ہوئی تھی کہ کوئی شخص کسی مطلب کے حصول پر بہت سا حصّہ اپنے مال میں سے بطور نذر بھجوائے گا۔ مَیں نے اس الہام کو اپنی کتاب میں لکھ لیا تھا بلکہ اپنے گھر کے قریب دیوار پر مسجد کی نہایت خوشخط یہ الہام لکھ کر چسپاں کر دیا۔ اس الہام میں نہ کسی مدّت کا ذکر ہے کہ کب ہوگا اور نہ کسی انسان کا ذکر ہے کہ کس شخص کو ایسے کامیابی ہوگی۔

یا ایسی مسرت ظہور میں آئے گی۔ لیکن چونکہ میرا دل آنمکرم کی کامیابی کی طرف لگا ہوا ہے اس لئے طبیعت نے یہی چاہا کہ کسی وقت اس کے مصداق آپ ہی ہوں اور خدا تعالیٰ ایسا کرے۔ کیا اللہ جلّشانہ کے نزدیک لاکھ دو لاکھ روپیہ کچھ بڑی بات ہے۔ دعاؤں میں اثر ہوتے ہیں مگر صبر سے ان کا ظہور ضرور ہوتا ہے۔ میرے نزدیک نہایت ہی خوش قسمت وہ شخص ہے جو ہمیشہ اپنے تئیں دعا کے سلسلہ کے نزدیک رکھتا ہے۔ اگر تمام جہان اس قول کے خلاف ہو جائے تب بھی وہ سب غلطی پر ہیں۔ دعا سے بڑے بڑے انقلاب پیدا ہو جاتے ہیں۔ دعا زمین سے لیکر آسمان تک اپنا اثر رکھتی ہے۔ عجیب کرشمے دکھاتی ہے۔ ہاں پورے طور پر اس زندہ دعا کا ظہور میں آجانا اور ہو جانا یہ بھی خدا تعالیٰ کے فضل پر موقوف ہے۔ میں آپ کے شدتِ اخلاص کی وجہ سے اس میں لگا ہوا ہوں کہ اعلیٰ درجہ کی زندہ دعا آپ کے حق میں ہو جاوے اور جس طرح شکاری ایک جگہ سے دام اٹھاتا ہے اور دوسری جگہ بچھاتا ہے تا کسی طرح شکار مارنے میں کامیاب ہو جائے اسی طرح میں ہر طرح سے دعا میں روحانی حیلوں کو استعمال میں لاتا ہوں۔ اگر میں زندہ رہا تو انشاء اللہ القدیر والموفق میں اس بات کو اسی قادر کے فضل و کرم اور توفیق سے دکھلاؤں گا کہ زندہ دعا اس کو کہتے ہیں۔ ہمارا خدا بڑی قدرتوں والا ہے۔ اس پر ایمان لانا اور اس کے ان صفات کو جاننا بھی ایک مرد بخشتا ہے۔ وہ خدا ایک مُردہ اور نومید شدہ کو ازسرِنو اُمید دیتا ہے۔ جو اس کے واصل ہوں اُن کا بڑا معجزہ یہی ہے کہ اُن کی فوق العادت دُعا منظور ہو جائے اور وہ کسی تباہ شدہ کشتی کو کنارے لگا سکیں اور اس کا مال اور جانیں بچا سکیں ـــــ باقی خیریت ہے۔ تمام عزیزوں کو سلام دعا۔ والسلام

خاکسار مرزا غلام احمد عفی عنہ

۳؍ اکتوبر سنہ ۹۸ء"

(مکتوبات احمدیہ جلد پنجم حصہ اوّل صفحہ ۲۰)

اس خط میں حضور علیہ السلام نے دعا کی عظیم الشان تاثیرات کو نہایت روح پرور انداز میں واضح فرمایا ہے اور اپنے ذاتی تجربہ کی بنا پر کس قدر یقین اور تحدّی کے ساتھ فرمایا ہے کہ دعا سے بڑے بڑے انقلاب پیدا ہو جاتے ہیں اور یہ کہ دعا زمین سے لیکر آسمان تک اپنا اثر رکھتی ہے اور عجیب عجیب کرشمے دکھاتی ہے۔ اگر غور کیا جائے تو یہ ایک فقرہ ہی دعا کی بے حساب تاثیرات کا عرفان عطا کرنے کے لئے کافی ہے۔ اس ایک فقرہ میں حضور نے دریا ہی نہیں

سمندر کو کوزہ میں بھر دیا ہے اور چند الفاظ میں اثر و جذب کو اس طرح سمویا اور مجتمع کیا ہے کہ دعا کی عظمت اور اس کی تاثیرات کی وسعت اور ان تاثیرات کی بے اندازہ کیفیت طرفۃ العین میں دلنشین ہوئے بغیر نہیں رہتی۔ یہ الفاظ وہ "لینز" (Lens) ہیں جنہوں نے بے حساب وسعتوں کو سمیٹ کر اپنے اندر مرتکز کر رکھا ہے۔ دعاؤں اور ان کی تاثیرات کی وسعت کا یہ عالم دیکھ کر دل بے اختیار پکار اٹھتا ہے کہ فی الواقعہ "نہایت ہی خوش قسمت ہے وہ شخص جو ہمیشہ اپنے تئیں دعا کے سلسلہ کے نزدیک رکھتا ہے۔" اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم میں سے ہر ایک کو ایسا ہی خوش قسمت بننے کی توفیق عطا فرمائے اور اعلیٰ درجہ کی زندہ دعاؤں اور ان کی قبولیت سے نوازے۔ آمین

پھر اس خط سے حضرت سیٹھ صاحب مرحوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ حضورؑ کے تعلقِ خاطر کا پتہ چلتا ہے جو آپ کی خوش نصیبی اور خوش بختی پر دال ہے۔ حضورؑ حضرت سیٹھ صاحبؓ کو آپ کے صدق و اخلاص، قربانی و ایثار اور کمال درجہ محبت و فدائیت کی وجہ سے بے حد عزیز رکھتے تھے اور آپ کی بہتری اور فلاحِ دارین کے لئے حضورؑ کے دل میں بے پناہ تڑپ تھی۔ فرماتے ہیں اور کس محبت اور درد کے ساتھ فرماتے ہیں کہ "میں آپ کے شدتِ اخلاص کی وجہ سے اِس فکر میں لگا ہوا ہوں کہ اعلیٰ درجہ کی زندہ دعا آپ کے حق میں ہو جاوے اور جس طرح شکاری ایک جگہ سے دام اٹھاتا ہے اور دوسری جگہ بچھاتا ہے تا کسی جگہ شکار مارنے میں کامیاب ہو جائے اسی طرح میں روحانی حیلوں کو استعمال میں لاتا ہوں۔ اگر میں زندہ رہا تو انشاء اللہ القدیر و الموفق میں اس بات کو اسی قادر کے فضل و کرم اور توفیق سے دکھلاؤں گا کہ زندہ دعا اِس کو کہتے ہیں۔" اللہ! اللہ! کیسے خوش نصیب تھے حضرت سیٹھ صاحبؓ اور کیسی بلند اقبالی ان کے حصہ میں آئی تھی کہ مسیح پاک علیہ الصلوٰۃ و السلام کے دل میں جنہیں خدا نے قبولیتِ دعا کا اعجاز عطا فرمایا تھا۔ آپ کے لئے بہت دل سوزی اور تڑپ تھی اور آپ کے حق میں حضورؑ کی محبت و شفقت اپنے کمال کو پہنچی ہوئی تھی۔ یہ اُس محبت و شفقت کا ہی ایک ثمرہ تھا کہ حضورؑ نے آپ کو اپنے ایک اور مکتوب میں اطلاع دی:۔

"شاید آپ جس وقت سوتے ہوں اُس وقت میں آپ کے لئے دعا میں مشغول ہوتا ہوں۔"

(مکتوباتِ احمدیہ جلد پنجم حصہ اوّل صفحہ ۱۹)

حضرت مسیح پاک علیہ السلام کے دل میں حضرت سیٹھ صاحبؓ کے لئے ایسی کمال درجہ محبت و شفقت اور ہمدردی و غمخواری کا جذبہ کیوں موجزن نہ ہوتا جبکہ حضرت سیٹھ صاحبؓ خدمتِ اسلام اور خدمتِ سلسلہ کا بے پناہ جوش اپنے اندر رکھتے تھے اور مرکز سے دُور رہنے کے باوجود بھی آپ ہر خدمت بجا لانے کے لئے ہر وقت مستعد رہتے اور اسے اپنے لئے ایک سعادتِ عظمیٰ سمجھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے صدق اور آپ کی مسلسل خدمات کی وجہ سے حضورؑ نے آپ کو جماعت کے ذی مقدرت احباب کے لئے ایک نمونہ قرار دیا (اشتہار الانصار ۴ اکتوبر ۱۸۹۹ء) یہ وہ اعزاز ہے

جس پر آنے والی نسلیں قیامت تک فخر کرتی چلی جائیں گی اور آپ کی یاد پر محبت و عقیدت کے پھول نچھاور کرتی رہیں گی اور آنے والی نسلوں کے ذی مقدرت لوگوں کی قربانیوں کے ثواب کا ایک حصہ حضرت سیٹھ صاحبؓ کی روح کو بھی پہنچتا رہیگا۔ اے خدا! تو حضرت سیٹھ صاحبؓ مرحوم کے درجات ہر آن بلند فرماتا رہ اور تیری جناب سے انہیں اعلیٰ سے اعلیٰ مدارج اور قرب کے اعلیٰ سے اعلیٰ مقام ملتے رہیں۔ اور اے ارحم الراحمین! تو ہمیں بھی جو صحابہؓ کے روحانی ورثہ کے حامل ہیں خدمتِ اسلام کا ایسا ہی جوش عطا کر جو مسیح پاک کے صحابہؓ میں موجزن تھا اور جس کی مدد سے انہوں نے وہ کارہائے نمایاں سرانجام دیئے کہ جو مسیح پاک علیہ السلام کی عطا کردہ سنداتِ قبولیت کے طفیل ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ آمین

ثم آمین ✦

حضرت سیٹھ عبداللہ الٰہ دین صاحب مرحوم کی وفات پر

مجلس عاملہ انصار اللہ مرکزیہ کی قرار دادِ تعزیت

مجلس عاملہ انصار اللہ مرکزیہ کا یہ اجلاس سلسلہ احمدیہ کے نہایت ممتاز خادم حضرت سیٹھ عبداللہ الٰہ دین صاحب کی وفات پر دلی غم واندوہ کا اظہار کرتا ہے۔ حضرت سیٹھ صاحب مرحوم تقویٰ شعاری اور خدمتِ دین کے لحاظ سے احمدیت کی نئی نسلوں کے لئے ایک نمونہ تھے۔ آپ میں تبلیغ دین اور اشاعتِ لٹریچر کا بے پناہ جذبہ موجزن تھا۔ اس کے زیر اثر آپ نے اپنے اموال دین کی راہ میں بے دریغ خرچ کر کے تبلیغ و اشاعت کا فریضہ اس شان سے ادا فرمایا جو رہتی دنیا تک یادگار رہے گا اور جماعت کے دیگر ذی ثروت احباب کو اسی طرح خدمتِ دین کے لئے اپنے اموال خرچ کرنے پر ابھارتا رہے گا۔ آپ کا شائع کردہ لٹریچر نہ صرف ہندوستان میں تبلیغ کا ایک مؤثر ذریعہ ثابت ہوا بلکہ آپ کے اس وسیع لٹریچر نے جماعت احمدیہ کے بیرونی مشنوں کو بھی بہت تقویت پہنچائی۔ ایسے ممتاز خادمِ دین اور نافع الناس وجود کی وفات بلاشبہ ایک زبردست قومی نقصان ہے۔

مجلس عاملہ انصار اللہ مرکزیہ حضرت سیٹھ صاحب مرحوم کے جملہ افرادِ خاندان کے ساتھ دلی ہمدردی اور تعزیت کا اظہار کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے حضور دست بدعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت سیٹھ صاحب مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور اپنے خاص مقاماتِ قرب سے نوازے نیز آپ کی جملہ اولاد اور افرادِ خاندان کا دین و دنیا میں حافظ و ناصر ہو اور آپ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے انہیں بھی خدمتِ دین کا فریضہ اسی جذبہ و جوش کے ساتھ ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور انہیں اپنی تائید و نصرت سے نوازے۔ آمین ✦

ایک انتہائی اہم اسلامی خُلق ـــ اطاعت

(مکرم شیخ خورشید احمد صاحب۔ ربوہ)

اطاعت ایک اعلیٰ درجے کا خُلق ہے جس سے بہت سی دینی اور دنیوی برکات وابستہ ہیں۔ ہمارے آقا حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم نے اسلامی معاشرہ کی جو خصوصیات بیان فرمائی ہیں اُن میں اس خلق کو خاص اہمیت حاصل ہے۔

اولاد پر والدین کی فرمانبرداری فرض ہے، بیوی پر خاوند کی اطاعت واجب ہے اور رعایا کے لئے راعی کے احکام کی تعمیل ضروری ہے ـــــ گویا اسلامی معاشرہ کے ہر حصہ میں اطاعت کو ایک خاص مقام حاصل ہے اور یہ مقام اپنے اپنے دائرہ کی وسعت اور نوعیت کے لحاظ سے کم یا زیادہ اہمیت اختیار کرتا چلا جاتا ہے۔

حق یہ ہے کہ اطاعت کا اسلامی خُلق ایک فطری اور طبعی تقاضہ ہے جسے کم و بیش ہر انسان کو ملحوظ رکھنا پڑتا ہے۔ جن اقوام نے حُرّیت اور آزادیٔ رائے کے غلط تصور کے ماتحت اس تقاضے کو فراموش کرنے کی کوشش کی ہے ان کا معاشرہ اُس توازن اور اعتدال سے محروم ہو گیا ہے جو قومی اور اجتماعی زندگی کی سلامتی کے لئے ضروری ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ ان کی اخلاقی اقدار اور سماجی زندگی کا نظام درہم برہم ہوتا چلا جا رہا ہے۔ ایک تلخ تجربے اور اس کے ہولناک نتائج کو مشاہدہ کر کے اب وہ بہ شدّت اطاعت کی ضرورت اور اہمیت کو محسوس کرنے لگی ہیں۔

دینی اور روحانی نظام میں بھی اطاعت کا حکم خاص اہمیت کا حامل ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اس حکم کی تعمیل کے بغیر روحانی زندگی کا تصور تک نہیں کیا جا سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید نے بھی بڑی صراحت کے ساتھ مسلمانوں کو یہ تعلیم دی ہے کہ:۔

یا ایّھا الّذین اٰمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرّسول واولی الامر منکم

کہ اے مسلمانو! تم اللہ کی اطاعت کرو، اسکے رسول کی اطاعت کرو اور پھر اپنے فرمانرواؤں کی اطاعت کرو۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر خدا، اس کے رسُول اور اولی الامر کی اطاعت پر زور دیا ہے اور اس طرح بتا دیا ہے کہ اسلام کے نزدیک خدا اور اس کے رسول کی اطاعت کے بعد اولی الامر کی اطاعت کو بھی خصوصی اہمیت حاصل ہے یہ اہمیت موجودہ زمانہ میں خاص طور پر بہت بڑھ جاتی ہے جبکہ بعض متمدن ممالک میں بھی آزادی اور حُرّیت کے پاک جذبوں کی آڑ میں بغاوت اور سرکشی کی راہیں اختیار کرنے میں چنداں مضائقہ نہیں سمجھا جاتا۔

حضرت سرور کائنات محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی اطاعت کی روح پیدا کرنیکی خاص طور پر تلقین فرمائی ہے چنانچہ آپؐ نے فرمایا:۔

(۱) جس نے میری اطاعت کی در اصل اُس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی اختیار کی اُس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی۔ (مسلم)

(۲) ہر مسلمان پر امیر کی اطاعت لازمی ہے حتیٰ کہ اگر امیر کا حکم اسے ناپسند ہو پھر بھی اسکی اطاعت ضروری ہے (بخاری)

ان احادیث میں بھی خدا اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کی اہمیت کو واضح کیا گیا ہے اور ساتھ ہی امیر (اولی الامر) کی اطاعت کو بھی ضروری قرار دیا گیا ہے۔ اس زمانہ کے مامور و مرسل سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کا مقصد "یحی الدین ویقیم الشریعۃ" تھا۔ آپؑ کے ذریعہ جہاں اسلام کی دیگر خصوصیات کا احیاء کیا گیا وہاں اطاعت اور نظام کی پابندی کی اسلامی روح کو بھی زندہ کیا گیا۔ چنانچہ آپؑ نے اپنی جماعت کو مخاطب کر کے فرمایا:۔

"کوئی قوم اور کوئی جماعت تیار نہیں ہو سکتی جب تک ان میں اپنے امام کی اطاعت اور اتباع کے واسطے خاص قسم کا جوش اور اخلاص اور وفا کا مادہ نہ ہو...... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے وہ صدق وصفا کا نمونہ دکھلایا جس کی نظیر دنیا کی تاریخ میں نہیں مل سکتی..... یہی صدق اور وفا تھی جس نے ان کو آخر کار بامراد کیا۔ اسی طرح میں اب دیکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے میری جماعت کو بھی اس کی قدر اور مرتبہ کے موافق اطاعت کا ایک خاص جوش بخشا ہے اور وہ وفاداری اور صدق کا نمونہ دکھاتے ہیں۔"

(الحکم ۳۱ر جولائی ۱۹۰۲ء)

موجودہ زمانہ میں بغاوت اور سرکشی کے جس طریق کو پسند کیا جا رہا ہے اور اسے آزادی اور حریت کا نام دیا جاتا ہے آپؑ نے اس کا ذکر کرتے ہوئے اعلان فرمایا:۔

"میں تم سے سچ سچ کہتا ہوں کہ مادر پدر آزاد کبھی خیر و برکت کا منہ نہ دیکھیں گے۔ پس نیک نیتی کے ساتھ اور پوری اطاعت اور فرمانبرداری کے رنگ میں خدا اور اس کے رسولؐ کے فرمودہ پر عمل کرنے کے لئے تیار ہو جاؤ کہ بہتری اسی میں ہے۔" (الحکم ۱۲ر مئی ۱۸۹۹ء)

خدا اور اُس کے رسولؐ کی اطاعت کے ساتھ ساتھ حضور علیہ السلام نے اولی الامر کی اطاعت کے قرآنی حکم پر بھی خاص طور پر زور دیا۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:۔

"قرآن شریف میں حکم ہے اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم پ۵۔ یہاں اولی الامر کی اطاعت کا صاف طور پر حکم موجود ہے اور اگر کوئی شخص یہ کہے کہ منکم میں گورنمنٹ داخل نہیں تو یہ اسکی صریح غلطی ہے۔ گورنمنٹ جو حکم شریعت کے مطابق دیتی ہے وہ اسے "منکم" میں داخل کرتی ہے..... اشارۃ النص کے طور پر قرآن کریم سے ثابت ہوتا ہے کہ گورنمنٹ کی اطاعت کرنی چاہیئے۔" (ملفوظات جلد اوّل ص۲۶۱)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اطاعت کی اسلامی روح قائم کرنے کی صرف تلقین ہی نہیں فرمائی بلکہ اسے اپنی جماعت میں قائم بھی فرمایا اور پھر آپ کے خلفاء نے اسے جماعت میں نہایت مستحکم طور پر رائج کیا۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے عہدِ خلافت میں اپنے خطبات اور تقاریر میں متواتر اور مسلسل اطاعت کی اہمیت کو واضح فرمایا اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی اطال اللہ بقاءہ نے تو اپنے عہدِ خلافت میں اس اسلامی خلق کی جس رنگ میں وضاحت فرمائی اور اسے افرادِ جماعت کے قلوب میں راسخ کیا وہ حضور کا ایک نمایاں کارنامہ ہے۔ آپ نے قرآن پاک کی روشنی میں بتایا کہ اسلام کا نظریۂ اطاعت کیا ہے، اس کا فلسفہ کیا ہے اور کس طرح یہ نظریہ آزادی و مساوات کی اصل روح کو قائم کرتا ہے۔ چنانچہ آپ نے واضح فرمایا ہے کہ :-

"یہ فرق صرف اسلام نے ہی قائم کیا ہے اور کسی مذہب نے قائم نہیں کیا کہ ایک طرف تو وہ مساوات قائم کرتا ہے اور دوسری طرف وہ اس حقیقت کو بھی نظر انداز نہیں کرتا کہ کوئی نظام بغیر اس کے چل ہی نہیں سکتا کہ مختلف شرکاء میں سے ایک کی آواز کو سب کی آواز پر مقدم کیا جائے .... گویا بعض لحاظ سے مساوات ہے اور بعض لحاظ سے نہیں۔ مساوات کو وہیں مٹایا گیا ہے جہاں مساوات کو مٹانا کام کے بخوبی چلانے اور امن کے قیام کے لئے ضروری ہے۔" (ریویو آف ریلیجنز۔ ۱ جلد ۲۰)

آپ نے صرف نظریاتی لحاظ سے ہی اسلامی فلسفۂ اطاعت اور فلسفۂ آزادی کو پیش نہیں کیا بلکہ عملی طور پر بھی جماعتِ احمدیہ میں اسے رائج فرمایا۔ چنانچہ خلافت کا مستحکم نظام، اس کی نگرانی میں مجلس شوریٰ کا قیام اور تمام احمدی جماعتوں میں امرائے جماعت اور دیگر عہدیداروں کے انتخاب کا نظام، یہ سب اسی نظریہ کی ترویج کے انتظامات ہیں جن میں ایک حد تک آزادی بھی قائم ہے اور بنیادی اہمیت بہرحال اطاعت کے اسلامی خُلق کو ہی حاصل ہے۔

جذبۂ اطاعت کی اہمیت اور ضرورت کو حضور نے اپنے عہدِ خلافت میں متواتر اور مسلسل مختلف پیرایوں میں نہایت مؤثر رنگ میں واضح فرمایا ہے بطور نمونہ چند ایک اقتباسات درج ذیل کئے جاتے ہیں :-

(۱) "وہ قوتِ ارادی جس سے کامیابی حاصل ہوتی ہے صرف اسی صورت میں پیدا ہو سکتی ہے جب کامل اطاعت اور فرمانبرداری کا مادہ انسان کے اندر ہو وہ حیلے اور حجتیں نہ کرے۔ جب وہ اپنی تجاویز اور اپنے قیاسات سے کام لینے کی بجائے حکم کو سنے اور پھر اس پر پوری طرح عمل کرے۔"

(۲) "بیعت کا مفہوم یہ ہے کہ انسان اطاعت میں اپنے آپ کو فنا کر دے۔"

(۳) "جب تک مومن کا مقام اس اطاعت اور فرمانبرداری کی حد تک نہ پہنچ جائے کہ جب اس پر عمل واضح ہو جائے تو پھر چاہے اس کی حکمت اسے سمجھ میں آئے یا نہ آئے اس پر عمل کرے اُس وقت تک اُسے کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی۔"

(۴) "مسلمانوں کی خصوصاً سب سے بڑی لعنت یہی ہے کہ اُن کے تمام کاموں میں نمائش ہوا کرتی ہے اطاعت نہیں

ہوتی۔ ان کی ذلت اور رسوائی کا تمام راز اِس امر میں ہے کہ سچی اطاعت اور قربانی کے مفہوم سے ناواقف ہیں۔ نہ وہ خدا کی سچی اطاعت کرتے ہیں اور نہ اُن لوگوں کی کرتے ہیں جن کے ہاتھ میں دینی یا دنیوی قیادت کی باگیں ہیں۔" (خطبہ جمعہ مطبوعہ الفضل ۱۹؍اگست سنہ ۳۶ء)

مندرجہ بالا حوالوں سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اسلام اور احمدیت نے اطاعت کو کتنی اہمیت دی ہے اور روحانی زندگی کی بقاء اور ترقی کے لئے فرمانبرداری کی روح کتنی ضروری ہے۔

انصار اللہ کا خاص طور پر یہ فرض ہے کہ وہ اطاعت کی یہ صحیح روح نہ صرف اپنے اندر پیدا کریں بلکہ اپنی آئندہ نسلوں میں بھی اسے راسخ کرنے کی کوشش فرمائیں اور یہ امر اچھی طرح انہیں ذہن نشین کرا دیں کہ خدا، خدا کے رسولؐ، ان کے خلفاء کی پوری پوری متابعت اور اطاعت کا تقاضہ تبھی پورا ہو سکتا ہے جبکہ ہم ان کے مقرر کردہ عہدیداروں کے ان احکام کی تعمیل کرنا بھی اپنا فرض سمجھیں جو وہ جماعتی تنظیم کے دائرہ میں ہماری روحانی زندگی اور فلاح کے لئے دیں۔ جس طرح انبیاء، مامورین اور خلفاء کی آواز خدا کی آواز ہوتی ہے اسی طرح اُن کی طرف سے قائم کردہ تنظیموں سے اور ان تنظیموں کے عہدیداروں سے پورا پورا تعاون کرنا بھی دراصل انہی کی اطاعت میں شامل ہوتا ہے لہذا ہر سچے اور مخلص احمدی کا یہ فرض ہے کہ وہ عہدیدارانِ جماعت سے اور جماعت کی دیگر تمام تنظیموں مثلاً انصار اللہ، خدام الاحمدیہ اور لجنہ اماء اللہ وغیرہ کے عہدیداران سے پورا تعاون کرے اور ان کے (جماعتی) احکام کی تعمیل کو (خواہ وہ اُسے ذاتی طور پر پسند ہوں یا نہ ہوں) اپنا ایک دینی اور مذہبی فرض سمجھے۔ جو احکام طبیعت اور خواہش کے مطابق ہوں ان کی تعمیل کرنا تو کوئی خوبی نہیں، روحِ اطاعت کی آزمائش کا اصل وقت تو وہی ہوتا ہے جبکہ کوئی حکم طبیعت پر گراں گذرے اور پھر محض رضائے الٰہی اور جماعتی اتحاد کی خاطر انسان بہ شرح صدر اس کی پوری پوری تعمیل کرے۔

صرف جماعت احمدیہ ہی وہ جماعت ہے جو آج اطاعت کی صحیح اسلامی تعلیم کی علمبردار ہے اور اس پر گامزن ہونے کی دعویدار ہے اگر خدانخواستہ ہم میں سے کوئی اِس راہ میں کمزوری دکھاتا ہے تو وہ صرف ایک ذاتی کمزوری کا ہی اظہار نہیں کرتا بلکہ اپنے عمل سے احمدیت اور اسلام کی تعلیم کو بھی بدنام کرتا ہے اور اپنی آئندہ نسلوں کے لئے بھی ایک بُرا نمونہ چھوڑنے کے باعث ٹھوکر کا موجب بن سکتا ہے۔ اس لئے ہمارے لئے یہ ایک بہت ہی نازک اور اہم معاملہ ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اطاعت کی صحیح اسلامی روح کو سمجھنے اور اس پر بصد ذوق وشوق عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے تا ہم حقیقی مسلمان اور اچھے شہری بن سکیں۔ آمین۔

سیرالیون کے ایک ممتاز لیڈر کی تشریف آوری

مسیح پاک کی صداقت کا ایک درخشندہ ثبوت

پچھلے دنوں جناب ابوبکر بگیے کمارا جو سیرالیون کے ایک ممتاز لیڈر اور وہاں کی جماعت احمدیہ کے نہایت سرگرم رکن ہیں بنکاک سے اپنے وطن واپس جاتے ہوئے ربوہ بھی تشریف لائے۔ آپ سیرالیون کے سابق فوجیوں کی انجمن کے جنرل سیکرٹری، اور سیرالیون مسلم کانگریس کی مجلس عاملہ کے رکن ہیں۔ علاوہ ازیں وہاں کے ضلع کبالا کی ڈسٹرکٹ کونسل کی رکنیت بھی آپ کو حاصل ہے۔ الغرض آپ وہاں کے مذہبی اور سماجی حلقوں میں بے حد مقبول اور بہت اثر ورسوخ کے مالک ہیں۔ آپ سابق فوجیوں کے سربراہوں کی عالمی کانفرنس میں اپنے ملک کی نمائندگی کرنے کی غرض سے سیرالیون سے بنکاک تشریف لے گئے تھے۔ وہاں سے واپسی پر حضرت مسیح پاک علیہ السلام کے ساتھ عشق ومحبت کا جذبہ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ سے ملاقات اور مرکز سلسلہ کی زیارت کا اشتیاق آپ کو بے اختیار ربوہ کھینچ لایا۔ آپ نہ صرف خود ربوہ تشریف لائے بلکہ لائبیریا کے ایک عیسائی لیڈر مسٹر دولو کو بھی اپنے ہمراہ لیکر آئے تاکہ وہ بھی جماعت احمدیہ کے واجب الاحترام امام اور مرکز سلسلہ کی زیارت سے مشرف ہوں اور اسلام و احمدیت کے براہِ راست مطالعہ کے نتیجہ میں انہیں بھی حق قبول کرنے کی توفیق ملے۔

جناب ابوبکر بگیے کمارا کی ہزارہا میل کی مسافت کے بعد جذبۂ محبت کے ماتحت ربوہ میں تشریف آوری اہلِ ربوہ کے لئے بے انتہا خوشی ومسرت اور ازدیادِ ایمان کا موجب ہوئی۔ انہوں نے اپنے دُور ودراز سے آئے ہوئے بھائی کا نہایت پُرخلوص طریق پر استقبال کیا۔ سچ بات یہ ہے کہ استقبال ہی نہیں کیا بلکہ انہوں نے اپنے اس بھائی کو سر آنکھوں پر بٹھایا اور دل میں جگہ دی۔ وہ کیوں نہ ایسا کرتے جبکہ خدا کا بھیجا ہوا یہ معزز مہمان خدائے قادر وتوانا کے وعدوں کے مطابق ہزارہا میل کا سفر طے کر کے محبت و اخلاص کے جذبہ کے تحت ان کے درمیان وارد ہوا تھا اور خدا نے اس کے آنے کی پہلے سے خبر دے رکھی تھی۔ وہ اس خدائی خبر کے پورا ہونے پر بے حد مسرور تھے اور اللہ تعالیٰ کے حضور سجداتِ شکر بجا لا رہے تھے۔ مسیح پاک علیہ السلام نے جماعتِ احمدیہ کی بنیاد رکھنے کے بعد اللہ تعالیٰ سے خبر پا کر آج سے ستر سال پہلے اعلان فرمایا تھا:-

"اِس سلسلہ کی بنیادی اینٹ خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے رکھی ہے اور اس کے لئے قومیں تیار کی ہیں جو عنقریب اِس میں آملیں گی۔ کیونکہ یہ اُس قادر کا فعل ہے جس کے آگے کوئی بات انہونی نہیں۔"

خدا تعالیٰ نے جس زمانہ میں حضرت مسیحِ پاک علیہ السلام کو یہ خبر دی تھی اُس وقت دنیا آپؑ پر کفر کے فتوے لگا رہی تھی اور آپؑ کے آسمانی مشن کو ناکام بنانے پر تُلی ہوئی تھی۔ طرح طرح کے نام آپ کو دیئے جا رہے تھے اور قسم ہا قسم کی تکلیفیں اور اذیتیں آپؑ کو پہنچائی جا رہی تھیں۔ صرف گنتی کے چند نفوس تھے جو خدائی آواز پر لبیک کہہ کر آپؑ کے گرد آ جمع ہوئے تھے اور جنہوں نے آپ کے دستِ مبارک پر دین کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کرنے کا عہد باندھا تھا۔ اُس آڑے وقت میں خدا نے آپ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ بے شک آج تیری قوم تجھے قبول کرنے کو تیار نہیں ہے اور تجھے ردّ کر رہی ہے لیکن اے ہمارے مسیح! تُو فکرمند نہ ہو، ایک وقت آئے گا کہ صرف تیری قوم کے افراد ہی تجھ پر ایمان نہیں لائیں گے بلکہ اور بہت سی قوموں کے لوگ بھی تیرے سلسلہ میں داخل ہوں گے اور دیوانہ وار تیری طرف کھنچے چلے آئیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ جب بھی دنیا کے کسی اور علاقے اور قوم کا کوئی فرد جذبۂ عشق کے ماتحت ہزارہا میل کا سفر طے کر کے حضور ایدہ اللہ اور مرکزِ سلسلہ کی زیارت کی غرض سے ربوہ آتا ہے تو اہلِ ربوہ بجا طور پر اسے اللہ تعالیٰ کے نشانوں میں سے ایک نشان یقین کر کے اُس کے لئے دیدہ و دل کو فرشِ راہ کرتے اور اسے بصدق شوق اھلاً وسھلاً و مرحبا کہتے ہیں۔ جناب ابوبکر بگبے کمارا اُنہی قوموں میں سے ایک قوم کے ممتاز فرد تھے جنہیں خدا نے سلسلہ احمدیہ میں شمولیت کے لئے تیار کیا ہے۔ خدائی وعدے کے مطابق ان کی تشریف آوری ایک خدائی نشان کی حیثیت رکھتی تھی۔ اس لئے اہلِ ربوہ کا ان کی تشریف آوری پر خوش ہونا اور خوشی کے عالم میں سجداتِ شکر بجالانا ایک طبعی امر تھا۔

اُدھر جناب ابوبکر بگبے کمارا اپنی جگہ خوش تھے کہ خدا تعالیٰ نے ان کی دلی خواہش کو پورا کیا اور انہیں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کی ملاقات اور مرکزِ سلسلہ کی زیارت کے شرف سے نواز کر وہ اعزاز بخشا جس کا حصول بجز تائید و توفیق الٰہی اُن کے لئے ہرگز ممکن نہ تھا۔ چنانچہ انہوں نے اپنی تقریر میں اپنی اِس دلی خواہش کے پورا ہونے پر ازحد خوشی کا اظہار کرتے ہوئے نہایت درجہ عاجزی اور انکساری کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ پھر خدائی وعدے کے عین مطابق انہوں نے اپنے مختصر سے قیام کے دوران صدق و اخلاص اور محبت و عقیدت کا ایسا شاندار مظاہرہ کیا کہ جو اہلِ ربوہ کے لئے خاص طور پر بہت ازدیادِ ایمان کا موجب ثابت ہوا۔ ان کی طرف سے محبت و عقیدت کا یہ اظہار بھی خدا تعالیٰ کے نشانوں میں سے ایک نشان تھا۔ ہم ان کے صدق و اخلاص اور عقیدت و محبت کا ایک واقعہ بیان کئے بغیر نہیں رہ سکتے کیونکہ وہ ایک خاص شان کا حامل ہے اور ایک اور خدائی وعدے کے پورا ہونے پر شاہد ناطق کی حیثیت رکھتا ہے۔

وہ واقعہ یہ ہے کہ جب ۳۰۔ مارچ سنہ ۶۲ء کو نماز جمعہ کے بعد احباب کی خواہش پر جناب ابوبکر بگبے کمارا نے ان سے خطاب کیا تو احباب ان کی مختصر لیکن نہایت ایمان افروز تقریر کے بعد ان سے مصافحہ کرنے کے لئے بے اختیار آگے بڑھے۔ سلام اور مصافحہ کا یہ سلسلہ خاصی دیر جاری رہا۔ اسی دوران میں حضرت مسیح پاک علیہ السلام کے چند صحابہ کرام بھی

اُن سے ملے۔ جناب ابوبکر مگیبے کمارا ان سے خاص طور پر بہت احترام کے ساتھ ملے۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ وہ ان خوش قسمت وجودوں کے آگے جنہیں مسیحِ پاک علیہ السلام کی زیارت کا شرف حاصل ہوا افراطِ عقیدت میں بچھے جاتے ہیں۔ ان صحابۂ مسیحِ پاکؑ میں محترم حافظ عبدالسمیع صاحب، محترم منشی عبدالحق صاحب کاتب، محترم عبدالرحیم صاحب شرما، اور محترم ڈپٹی محمد شریف صاحب ریٹائرڈ ای۔ اے سی کے علاوہ ایک محترم میاں نواب دین صاحب عرف بابا کالو ماشکی بھی تھے۔ ان کی عمر اب نوّے سال کے قریب ہے اور وہ پیرانہ سالی کے باعث بہت ضعیف ہو چکے ہیں۔ جب جناب ابوبکر مگیبے کمارا کو یہ بتایا گیا کہ محترم میاں نواب دین صاحب کو متعدد مواقع پر حضرت مسیحِ پاکؑ کی خدمت کرنے کا خصوصی شرف حاصل ہوا تھا حتیٰ کہ جب ایک موقع پر کوئی اور سواری دستیاب نہ ہونے کے باعث حضرت مسیحِ پاک علیہ السلام کو اُس زمانہ میں دیہات کے مروجہ طریق کے مطابق کچھ فاصلہ پالکی میں تشریف فرما ہو کر طے کرنا پڑا تو محترم میاں نواب دین صاحب کو بعض دیگر احباب کے ساتھ حضور علیہ السلام کی پالکی کو اپنے کندھے پر اٹھانے کا شرف حاصل ہوا۔ یہ سُنتے ہی جناب ابوبکر مگیبے کمارا افراطِ عقیدت میں آگے بڑھے، ان سے بغلگیر ہوئے اور پھر فوراً ہی اُن کے قدموں میں گھٹنوں بیٹھ گئے اور اپنے ہاتھ اُن کے گھٹنوں پر رکھ کر ان سے درخواست کی کہ وہ ان کے سر پر ہاتھ پھیر کر انہیں برکت دیں۔ ایک عجیب و غریب نظارہ تھا جو اُس وقت قریب کھڑے ہوئے احباب نے دیکھا۔ انہوں نے اِس حال میں کہ خود ان پر وجد کی سی کیفیت طاری تھی دیکھا کہ افریقہ کے ایک آزاد ملک کا ممتاز لیڈر جو ایک بین الاقوامی کانفرنس میں اپنے ملک کی نمائندگی کر کے واپس آیا ہے، جو اپنے ملک کی مسلم کانگریس کی مجلسِ عاملہ کا رکن اور ڈسٹرکٹ کونسل کا ممبر ہے، اور جو اپنے قبیلے کے سرداروں میں ایک خاص مقام رکھتا ہے، ایک بالکل اَن پڑھ ضعیف العمر اور نحیف و نزار ماشکی کے قدموں میں بیٹھا اُس سے برکت حاصل کرنے کی التجا کر رہا ہے۔ وہ ماشکی اُس افریقی لیڈر کی نگاہ میں اِس قدر معزز و مفتخر کیوں تھا؟ اِس لئے کہ اسے مسیحِ پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک قابلِ رشک خدمت سرانجام دینے کا انمول موقع میسر آیا تھا۔ دراصل مسیحِ پاک علیہ السلام کی ذاتِ اقدس کے ساتھ جوشِ عقیدت اور فرطِ محبت کا یہ ایک والہانہ اظہار تھا جس نے ایک آزاد قوم کے ایک ممتاز لیڈر کو مسیحِ پاک علیہ السلام کے ایک دیرینہ خادم کے آگے احتراماً اس طرح جھکنے پر مجبور کر دیا۔ محترم میاں نواب دین صاحب نے آب دیدہ ہو کر جناب ابوبکر مگیبے کمارا کے سر اور پشت پر محبت سے ہاتھ پھیرا اور دعا دی۔ اور وہ مسیحِ پاک علیہ السلام کے ایک ادنیٰ خادم سے برکت حاصل کرنے کے بعد خوشی خوشی یوں اُٹھ کھڑے ہوئے کہ گویا انہیں بہت بڑی دولت میسر آگئی ہے۔ اِس میں کیا شک ہے کہ جناب ابوبکر مگیبے کمارا نے اپنے اخلاص و عقیدت اور جذبۂ محبت کے بل پر اُس لمحہ وہ دولت پائی جو انہیں اپنے ملک ہی نہیں دنیا کے پردے پر اور کہیں کسی قیمت پر بھی نہیں مل سکتی تھی۔

یہ چھوٹا سا نظارہ جو پلک جھپکنے میں گزر گیا حضرت مسیحِ پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کا ایک زبردست نشان ہے اور دنیا پر آشکار کر رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضورؑ کو بار بار جو خبر دی تھی وہ آج بڑی شان کے ساتھ پوری ہو رہی

ہے اور آئندہ بھی ہر آن پہلے سے بھی بڑھ کر شان کے ساتھ پوری ہوتی چلی جائے گی حضور علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بار بار ملنے والی وہ کونسی خبر ہے ؟ وہ خبر وہی ہے جس کا حضرت مسیح پاک علیہ السلام نے اِن الفاظ میں ذکر فرمایا تھا۔

" خدا تعالیٰ نے مجھے بار بار خبر دی ہے کہ وہ مجھے بہت عظمت دیگا اور میری محبت دلوں میں بٹھائے گا اور میرے سلسلہ کو تمام زمین پر پھیلائیگا اور سب فرقوں پر میرے فرقہ کو غالب کریگا۔"

(تجلیات الٰہیہ)

اِس میں کیا شک ہے کہ حضرت مسیح پاک علیہ السلام کے حق میں اللہ تعالیٰ کا یہ عظیم الشان وعدہ بھی اوّل دن سے ہی پورا ہوتا چلا آرہا ہے۔ شدید قسم کی مخالفتوں کے باوجود حسب وعدۂ الٰہی حضورؑ کو دنیا میں عظمت ملتی اور حضورؑ کی محبت دلوں میں جاگزیں ہوتی چلی جا رہی ہے۔ دنیا کی ہر قوم کے افراد کیا کالے اور کیا گورے، کیا زرد اور کیا گندم گوں سب کے ہی دل حضورؑ کی طرف کھنچے چلے آرہے ہیں اور سب کے ہی دلوں میں حضورؑ کی محبت اس طرح بیٹھتی اور گھر کرتی چلی جارہی ہے کہ وہ حضورؑ کے ادنیٰ خادموں کی قدمبوسی میں بھی فخر محسوس کر رہے ہیں۔ مسیح پاک علیہ السلام کے طفیل اور حضورؑ کی جوتیوں کے صدقے میں آپ کے خادموں تک کی عزت بلند ہو رہی ہے اور بڑے بڑے ذی علم اور ذی مقدرت لوگوں کی گردنیں ان کے آگے احترام سے خم ہو رہی ہیں۔ آخر یہ مسیح پاک علیہ السلام کے ساتھ عقیدت و محبت کا جذبہ ہی تھا جو سیرالیون کے ممتاز لیڈر جناب ابوبکر مگبے کمارا کو ہزارہا میل کا فاصلہ طے کرکے ربوہ میں کھینچ لایا اور حضورؑ کے ساتھ والہانہ محبت و عقیدت کا ہی یہ جذبہ تھا جس نے انہیں حضورؑ کے ایک ادنیٰ خادم محترم میاں نواب دین صاحب کے قدموں میں بیٹھ کر ان سے برکت حاصل کرنے پر مجبور کر دیا۔

خدا تعالیٰ مسیح پاکؑ کی محبت اپنے وعدے کے مطابق دلوں میں بٹھاتا چلا آرہا ہے اور بٹھاتا چلا جائے گا حتیٰ کہ اُس کے وعدے کے مطابق وہ وقت بھی آئے گا اور ضرور آئے گا جب بادشاہ مسیح پاک علیہ السلام کے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔ زمین و آسمان ٹل سکتے ہیں ہمارے لایخلف المیعاد خدا کا وعدہ کبھی نہیں ٹل سکتا۔ مسیح پاک علیہ السلام نے خدا تعالیٰ کے اس وعدے کا اِن الفاظ میں ذکر فرمایا ہے :۔

" اور خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ میں تجھے برکت پر برکت دوں گا یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔"

(تجلیات الٰہیہ)

بچّوں کا صفحہ

گیدڑ کی کارستانی

بچّو! تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ، جو کُل جہان کا خالق و مالک اور پالنے والا ہے، ایک ہے۔ کوئی اُس کا شریک نہیں۔ اُس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ عبادت کے لائق اُسی کی ذات ہے۔

ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب دنیا میں مبعوث ہوئے اُس زمانے میں لوگ خدا کو بُھلا بیٹھے تھے۔ خدا کی عبادت کرنے کی بجائے بُتوں کی پُوجا کرتے تھے۔ رسول اللہؐ نے انہیں سمجھایا کہ بُت تمہیں کوئی نفع یا نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ ان کی پُوجا کرنی چھوڑ دو۔ اپنے پیدا کرنے والے واحد خدا کی عبادت کرو۔ اُسی سے خیر مانگو۔ وہ تم پر رحم کرے گا، ہر دُکھ تکلیف سے نجات دیگا۔ شروع شروع میں تو لوگوں نے رسول اللہؐ کی بات نہ مانی لیکن رفتہ رفتہ اُن پر حق کھُلتا گیا اور وہ بُتوں کو توڑ کر خدائے واحد کی عبادت کرنے لگے۔ ہم تم کو اُس زمانہ کے ایک شخص کا بہت دلچسپ واقعہ سُناتے ہیں کہ اُسے حق قبول کرنے کی کس طرح توفیق ملی۔

مکّہ کا ایک شخص جو بُتوں کی پُوجا کیا کرتا تھا، ایک دفعہ سفر پر جانے لگا۔ اُس نے ایک بڑا سا بُت بنا کر اپنے ساتھ لے لیا۔ اُس نے سوچا راستہ میں اِس کی پُوجا کرتا جاؤں گا۔ اس طرح سفر خیریت سے گزر جائے گا۔ چلتے چلتے وہ ایک جنگل میں پہنچا۔ اُس کے جی میں آئی کہ ذرا جنگل کی سَیر کرے۔ اُس نے ایک جگہ اپنا سامان رکھ دیا اور لگا اِدھر اُدھر گھومنے۔ اُسے خیال آیا کہ کہیں کوئی چور اُس کا سامان اُٹھا کر نہ لے بھاگے۔ دَوڑا دَوڑا واپس آیا اور بُت کو نکال کر سامان کے پاس رکھ دیا۔ اُس کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہو گیا اور بولا "حضور! مَیں جنگل میں سَیر کرنے جا رہا ہوں۔ میرا سامان آپ کے حوالے ہے۔ ذرا اِس کا خیال رکھیں۔ کوئی چور نہ لے بھاگے۔" یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔ گھُوم پھر کر واپس آیا کہ سامان اُٹھا کر آگے روانہ ہو۔ کیا دیکھتا ہے کہ ایک گیدڑ ٹانگ اُٹھا کر اُس بُت پر پیشاب کر رہا ہے۔ گیدڑ کی یہ کارستانی دیکھ کر اُسے خیال آیا مَیں بھی کیسا بے وقوف ہوں کہ اِس بُت کو خدا سمجھتا ہوں۔ یہ تو اپنے آپ کو گیدڑ سے بھی نہ بچا سکا اور وہ اِسے پلید کر کے بھاگ گیا۔ یہ بھلا میرے سامان کی کیا حفاظت کر سکتا ہے یا کیسے مجھے کوئی نفع یا نقصان پہنچا سکتا ہے۔ بات محمّد

(صلی اللہ علیہ وسلم) کی ہی سچی ہے۔ خدائے واحد ہی پرستش کے لائق ہے۔ اس خیال کے آنے کی دیر تھی کہ اُس نے بُت کو اُٹھا کر زمین پر دے مارا اور اُسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

جب سفر سے مکّہ میں واپس آیا تو سیدھا رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہُوا اور کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔ اِس طرح رسول اللہ کے صحابہ میں اُس کا شمار ہُوا۔ گیدڑ کی کارستانی اُس کے لئے بہت بابرکت ثابت ہوئی۔ اِس کے نتیجہ میں اسے ایمان کی دولت میسّر آئی۔

"سب تعریف اللہ ہی کے لئے ہے۔ وہ اپنے بندوں کو چھوٹی چھوٹی باتوں سے ہدایت دے دیتا ہے۔ گیدڑ کی اِس حرکت کو ہی اُس نے اُس شخص کی ہدایت کا موجب بنا دیا۔ فالحمد للہ۔

"مَیں دُنیا پہ دیں کو مقدّم کروں گا"

ہر احمدی بیعت کے وقت یہ عہد کرتا ہے کہ مَیں ہمیشہ دین کو دُنیا پر مقدّم رکھوں گا۔ جماعتِ احمدیہ کے جلیل القدر بزرگ حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیعت کے اِس عہد پر ایک بہت ہی اچھی نظم لکھی تھی۔ وہ نظم تو بہت لمبی ہے۔ ہم اُس کے چند اشعار یہاں درج کرتے ہیں۔ اُمید ہے بچے اِنہیں بہت پسند کریں گے اور زبانی یاد کر لیں گے۔

"مَیں دُنیا پہ دیں کو مقدّم کروں گا" اِسی عہد پر اپنے قائم رہوں گا
گِروں گا پڑوں گا جیوں گا مروں گا مگر قول دے کر نہ ہرگز پھروں گا
مَیں دُنیا پہ دیں کو مقدّم کروں گا

جو دُنیا پہ دیں کو کروں گا مقدّم تو وہ میرا دلبر۔ وہ جانانِ عالم
وہ مقصود و مطلوبِ اَبنائے آدم اُٹھا دے گا چہرے سے پردہ اُسی دم
مَیں دُنیا پہ دیں کو مقدّم کروں گا

مجھے نفس و شیطاں سے یارب بچانا نہیں ورنہ اپنا کہیں بھی ٹھکانا
جو کمزور ہو۔ اُس کو کیا آزمانا مرا عہد یہ خود ہی پُورا کرانا
کہ "دُنیا پہ دیں کو مقدّم کروں گا"

(بخارِ دل)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کی اہم مطبوعات

مجلس انصار اللہ مرکزیہ نے تربیتی اور اصلاحی اغراض پر مشتمل کچھ اہم لٹریچر شائع کیا ہے جو اپنی اہمیت اور ضرورت کے لحاظ سے اس قابل ہے کہ اس کی زیادہ سے زیادہ اشاعت کی جائے۔ اس لٹریچر کی تفصیل درج ذیل کی جاتی ہے۔ مجالس انصار اللہ اور دیگر احباب جماعت کو چاہیئے کہ وہ اس لٹریچر سے فائدہ اٹھائیں اور اس کی اشاعت میں حصہ لے کر عنداللہ ماجور ہوں۔

(۱) اقتباسات از درثمین فارسی یہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے منظوم فارسی کلام کے اقتباسات کا نہایت موزوں اور دلکش مجموعہ ہے جو اعلیٰ آرٹ پیپر کے ۱۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ لکھائی چھپائی بلاک میں ہے۔ یہ خوبصورت اور دیدہ زیب کتابچہ اس قابل ہے کہ اسے تحفہ کے طور پر بکثرت تقسیم کیا جائے اور ہمیشہ زیر مطالعہ رکھا جائے۔ قیمت صرف ۴۲ نئے پیسے۔

(۲) راہِ ھُدیٰ انصار اللہ کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی زرّیں ہدایات کو مختصر طور پر نہایت عمدگی اور سلیقے کے ساتھ جمع کیا گیا ہے۔ اراکین مجالس انصار اللہ کیلئے انفرادی اور اجتماعی طور پر ان ہدایات کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا نہایت ضروری ہے۔

(۳) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعائیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے مولا کے حضور نہایت سوز اور درد کے ساتھ جو دعائیں کیں وہ اپنی اہمیت اور برکات و تاثیرات کے لحاظ سے ایک خاص شان کی حامل ہیں۔ انہی دعاؤں کو جن میں سے بعض الہامی بھی ہیں اس کتابچہ میں جمع کیا گیا ہے۔ دعا کی اہمیت کے متعلق حضور علیہ السلام کی تحریر کا ایک عکس بھی اس میں شامل ہے۔ پیش لفظ حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب صدر مجلس انصار اللہ مرکزیہ نے تحریر فرمایا ہے۔ قیمت ۱۲ پیسے فی نسخہ۔

(۴) ایک غلطی کا ازالہ یہ رسالہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا تصنیف فرمودہ ہے جو بلاقیمت دفتر ہذا سے منگوایا جا سکتا ہے۔

(۵) خلافت ۲۴ صفحات کے اس رسالہ میں بڑی عمدگی کے ساتھ مسئلہ خلافت کی اہمیت اور اس کی برکات کو واضح کیا گیا ہے۔ بلاقیمت طلب کیا جا سکتا ہے۔

THE NEED OF REVELATION انگریزی زبان کا یہ کتابچہ ان قیمتی مضامین پر مشتمل ہے جو حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب درد ایم۔ اے

رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وقتاً فوقتاً تحریر فرمائے اور نہایت مفید ثابت ہوئے۔
حضرت درد صاحب مرحوم رض سلسلہ کے متبحر عالم اور اعلیٰ پایہ کے مصنف اور مضمون نگار تھے۔ خود آپ کا نام نامی ہی ان مضامین کی افادیت کی کافی ضمانت ہے۔ یہ مضامین انگریزی دان طبقہ میں تبلیغ اسلام کے لئے نہایت مفید ہیں۔ قیمت ۶۲ پیسہ فی نسخہ۔

(قائد اشاعت مجلس انصار اللہ مرکزیہ۔ ربوہ)

توشۂ آخرت کا یقینی وسیلہ

(بقیہ صفحہ ۱۰)

ملتی ہے کہ جس پر گامزن ہو کر وہ اُس مقام رفیع تک پہنچ سکتا ہے کہ خدا اُس میں ظاہر ہو اور اُسے اپنی معیت سے نوازے۔ مال کی محبت سے مجبور ہو کر ایسے آسمانی نظام میں شمولیت سے محروم رہنا اپنے آپ کو ایک ایسی پوزیشن میں لانا ہے کہ جسے خطرہ سے خالی قرار نہیں دیا جا سکتا کیونکہ مال کی اس درجہ محبت کسی وقت بھی نفاق کا بیج بو کر انسان کو خسرالدنیا والآخرۃ کا مصداق بنا سکتی ہے۔ العیاذاً باللہ۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ جماعت احمدیہ کے اُن افراد کو جو ابھی تک کسی نہ کسی مجبوری یا معذوری کی وجہ سے نظام وصیت میں شامل نہیں ہیں اس آسمانی نظام کی اہمیت و عظمت کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے اور انہیں اس میں شمولیت کی سعادت سے بہرہ یاب کرے کیونکہ آج اس کے سوا ہر قسم کے خطرات سے یقینی اور قطعی طور پر محفوظ و مامون ہونے کی اور کوئی راہ نہیں ہے۔

انسان کو اپنے اعمال پر نازاں نہ ہونا چاہئیے

اعمال حبط بھی ہو جایا کرتے ہیں

مسیح پاک علیہ السلام فرماتے ہیں :۔

'' انسان کو اپنے اعمال پر نازاں نہ ہونا چاہئیے کیونکہ اعمال حبط بھی ہو جایا کرتے ہیں ۔ نیکی کے ضائع کرنے کے واسطے ریاکاری ہے ۔ دیکھو چندہ ہوتا ہے اگر فخر کے ساتھ دیا جائے تو سب خیرات ضائع ہو جائے گی ۔ وہ خدا کے لئے ہرگز نہ سمجھی جائے گی ۔ اس موقع پر مجھے ایک مثال یاد آئی ہے ۔ ایک بزرگ نے بڑے مجمع میں بیان کیا کہ ہزار روپے کی ضرورت ہے ۔ ایک شخص نے اٹھ کر آگے رکھ دیا ۔ اس بات پر جب اس کی بہت تعریف ہوئی تو وہ اٹھ کھڑا ہوا چند منٹ کے بعد آکر کہا کہ حضرت مجھ سے بڑی غلطی ہوئی وہ روپیہ میری ماں کا تھا اور وہ واپس طلب کرتی ہے ۔ مجمع نے اسے بڑی لعن طعن کی کہ یہ بہانہ بناتا ہے ، بناوٹ کرتا ہے ، دیکر پچھتایا ، اور یہ حیلہ گھڑ لیا ۔ جب پہر رات گزر چکی تو وہی شخص بزرگ کے گھر پہنچا اور پھر وہ روپیہ پیش کیا اور کہا کہ یہ روپیہ میں نے تعریفیں سننے کے لئے نہیں دیا تھا ۔ آپ کو قسم ہے خدا کی جو کسی کو بتلائیں ۔ بزرگ یہ سن کر رو پڑے ۔ واقعی جس میں ریاکاری ہو وہ ایسا ہی ہے جیسے کسی پاک ومصفا و شیریں کھانے میں کتا منہ ڈال دے ۔ سب سے بھاری آفت یہی ریاکاری ہے ۔ جب دنیا کی ملونی ساتھ ہوتی ہے تو نیک اعمال پر ثمرات عمدہ مرتب نہیں ہوتے ۔ انسان مکمل تو ہے نہیں ۔ پس جب انسان کا نفس مطمئنہ ہو جاتا ہے تو وہ کسی کی پروا نہیں کرتا ۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ خیرات ہمیشہ خفیہ ہی دینی چاہئیے کیونکہ قرآن مجید میں دونوں طور پر جواز آیا ہے ۔ مطلب تو یہ ہے کہ نفس کی ملونی نہ ہو ۔ بعض وقت علانیہ دینے میں یہ بات ہوتی ہے کہ اس سے ریس پڑتی ہے ۔ اس نیت سے علانیہ دینا بہت ثواب کا کام ہے ۔ بلکہ جو اس کے پیچھے دیں ان سب کا ثواب اس کو بھی ملے گا ۔،،

(البلاغ المبین)

ٹائیٹل نصرت آرٹ پریس ربوہ میں چھپا ۔